

DECEMBER
1963

Price.
56 nP.

دھارمک رسالہ "اوم" دھلی

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ
نندہ

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندا

رسالہ **اوم** دہلی

جاری شدہ ۱۹۳۴ء

سالانہ چندہ
سات روپے

غیر ممالک سے
۱۰ روپے

قیمت فی جلد
۵۶ نئے پیسے

بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۳ء

فہرست مضامین

اگلا پرچہ سالنامہ ۱۹۶۴ء
پرشوتم انک ہوگا

شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائیٹر کے زیر اہتمام شو لیتھو پریس پٹودی ہاؤس دہلی میں چھپا اور دفتر رسالہ اوم اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی ۶ سے شائع کیا گیا۔

دُعائے توفیق

از قلم شری نوبت رائے جی شوخ

مجھے وہ دردِ دے یارب کہ دل بیتاب ہو جائے
مری چشمِ تماشا بے نیازِ خواب ہو جائے

وفورِ رحم سے جو اشک آئے دیدۂ تر میں
پئے تسکینِ خاطر گوہرِ پُر آب ہو جائے

کسی رنجور کو مسرور کر دے گفتگو میری
مری شیریں زبانی سے بشر سیراب ہو جائے

اگر میں کام آجاؤں کسی آفت رسیدہ کے
اسیرِ بحرِ غم کیوں لقمۂ گرداب ہو جائے

دلِ انساں اگر ہو محرمِ رازِ شکیبائی
تو ممکن ہے محیطِ غم اُسے پایاب ہو جائے

تقاضا تجھ سے ہے اے دل یہی نخلِ ریاضت کا
تمناؤں کا خوں ہو اور یہ شاداب ہو جائے

مرے مولا مجھے توفیق تو ایسی عنایت کر
تری رحمت کا میری زندگی اک باب ہو جائے

مری ہستی ہو آئینہ ترے نورِ محبت کا
ضیائے اُنس عالمگیر و عالمتاب ہو جائے

رہے دل میں تجلی ریز ذکرِ بے صدا تیرا
مرا سازِ نفس بے زخمۂ مضراب ہو جائے

مرے ہر قطرۂ خوں میں ہو تاثیرِ وفاداری
مرا ہر لمحہ صرفِ خاطرِ احباب ہو جائے

ہو چاہے باریابی شوخ اُن کی بزمِ عالی میں
تو لازم ہے کہ پہلے واقفِ آداب ہو جائے

پرشوتم انک سالنامہ جنوری ۱۹۶۴ء

تعارف

رسالہ اوم ۱۹۳۴ء میں لاہور سے جاری ہوا تھا۔ اور نہایت باقاعدگی کے ساتھ آج تک دھارمک جگت کی سیوا کر رہا ہے۔ اس نے ماہوار پرچوں کے علاوہ سالانہ نمبروں کی شکل میں کافی ضخیم پستکوں کو شائع کرکے دھارمک لٹریچر میں اضافہ کیا ہے۔

۱۔ ۱۹۳۶ء میں گیان انک	۱۱۔ ۱۹۴۶ء میں ہندو دھرم انک	۲۱۔ ۱۹۵۶ء میں بھگت انک
۲۔ ۱۹۳۷ء " بھگتی انک	۱۲۔ ۱۹۴۷ء " گیتا وگ درشن	۲۲۔ ۱۹۵۷ء میں سنت انک
۳۔ ۱۹۳۸ء " کرم یوگی انک	۱۳۔ ۱۹۴۸ء " شکتی انک	۲۳۔ ۱۹۵۸ء " ویدانت انک
۴۔ ۱۹۳۹ء " شانتی انک	۱۴۔ ۱۹۴۹ء " سادھنا انک	۲۴۔ ۱۹۵۹ء " سادھو انک
۵۔ ۱۹۴۰ء " پریم انک	۱۵۔ ۱۹۵۰ء " نارائن انک	۲۵۔ ۱۹۶۰ء " نوین بھگت مال انک
۶۔ ۱۹۴۱ء " مکتی انک	۱۶۔ ۱۹۵۱ء " تلسی رامائن انک	۲۶۔ ۱۹۶۱ء " شانتی انک
۷۔ ۱۹۴۲ء " ایشور انک	۱۷۔ ۱۹۵۲ء " مہابھارت انک	۲۷۔ ۱۹۶۲ء " بھگوت پریم انک
۸۔ ۱۹۴۳ء " ویدانت انک	۱۸۔ ۱۹۵۳ء " بھگوت گیتا انک	۲۸۔ ۱۹۶۳ء " بھگوت گیان انک
۹۔ ۱۹۴۴ء " کرشن انک	۱۹۔ ۱۹۵۴ء " اپاسنا انک	.. .. ..
۱۰۔ ۱۹۴۵ء " رام انک	۲۰۔ ۱۹۵۵ء " یوگ انک	.. .. ..

اور اب جنوری ۱۹۶۴ء کا سالنامہ **"پرشوتم انک"** شائع ہو رہا ہے۔ جس کی لکھائی چھپائی شروع ہو چکی ہے۔ اور یکم جنوری ۱۹۶۴ء کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ شائع ہو جاویگا۔ کاغذ اعلےٰ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت اڑھائی روپیہ مقرر ہوگی۔ لیکن اوم کے خریداروں کی سیوا میں سالانہ چندہ میں ہی مفت بھینٹ ہوگا۔ اس کے لئے ہمارے پاس ہمارے معزز لیکھکوں نے جو مضامین آج مورخہ یکم نومبر ۱۹۶۳ء تک ارسال کر دیئے ہیں۔ ان کی تفاصیل اس پرچہ میں درج کی جا رہی ہیں۔ تاکہ ہمارے پاٹھک اندازہ کر سکیں۔ کہ یہ پستک ان کے لئے کس قدر مفید اور کار آمد ثابت ہوگی۔ اور اس کو حاصل کرنا ان کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ رسالہ اوم کی کامیابی کا راز اس کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد ہیں۔ جن پر شروع سے ہی عمل کیا جا رہا ہے۔

(۱) زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔

(۲) بھگتوں یوگیوں۔ گیانیوں اور دوسرے مہاپرشوں کے ابھارنے والی زندگیوں کے موثر حالات پیش کرنا

(۳) عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا

(۴) ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا

(۵) تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا

بھگوان نے گیتا ادھیائے ۱۵ شلوک نمبر ۱۹ میں یوں فرمایا ہے :-

यो मामेवम संमढ़ो जानाति पुरुसोत्तमम् ।
स सर्व विद्भजति मां सर्व भावेन भारत ॥ १६ ॥

جو مجھ پرشوتم ایشور کو اس پرکار جان لیتا ہے کہ یہ (پرشوتم) میں ہوں۔ وہ سروگیہ ہے۔ وہ سرو آتم بھاؤ سے سب کر جانتا ہے۔ وہ سب بھوتوں میں استھت مجھ پرماتما کو ہی سرو بھاؤ سے سب کا آتما سمجھ کر بھجتا ہے۔

بھگوت تتو گیان جس کو پرشوتم گیان کہکر بھگوان نے تمام شاستروں کے گیان کو شریمد بھگوت گیتا کے پندرھویں ادھیائے میں نروپن کیا ہے۔ اور اس ادھیائے کو "پرشوتم یوگ" کا نام دیا ہے۔ اور آخری شلوک میں اس گیتا شاستر کو تمام ویدوں کا سار اور اتی گوڑھ رہسیہ بتایا ہے

इति गुह्यतमं शास्त्रमिद मुक्तं मयानघ ।
एतद बद्ध्वा बुद्दि मान्स्यात्कृत कृत्यश्च भारत ॥ २० ॥

یداپی (اگرچہ) ساری گیتا کو ہی شاستر کہا جاتا ہے۔ پرنتو اس پندرھویں ادھیائے کو خاص طور پر "شاستر" کا نام دیا گیا ہے کیوں کہ اس ادھیائے میں وید اور شاستروں کا تاتپریہ سماپت ہو گیا ہے۔ بھگوان خود فرماتے ہیں۔ کہ جو اُسے جانتا ہے۔ وہی وید کو جاننے والا ہے۔ سب ویدوں سے میں ہی جاننے یوگیہ ہوں۔ ہے نشپاپ ارجن۔ ایسا یہ پرم گوپنیہ (پوشیدہ) شاستر میں نے کہا ہے بھارت! اوپر دکھائے ہوئے ارتھ سے یکت اس شاستر کو جان کر ہی منش بدھی مان اور کرت کرتیہ ہوتا ہے۔ کسی اور پرکار سے نہیں منش شریر دھارن کرنیکا مقصد — پرشوتم بھگوان کا گیان حاصل کرنا ہے۔ بھگوان کا گیان ہی تمام دکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی کا ذریعہ ہے۔ شریشٹ بھارت دیش اُتم جاتی اور نیک پرشوں کے گھر میں جنم لے کر بھگوان کی پراپتی نہ کی۔ تو اور اس سے اچھا سمے کب ملیگا۔ بھگوان نے اس ادھیائے میں اپنا دوّیہ گیان اور اُس کی پراپتی کے سادھنوں کا ورنن کیا ہے۔ اس لئے اس کو پرشوتم یوگ کا نام دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی اس سالانہ نمبر کو پرشوتم انک کے نام سے منسوب کیا ہے۔ اس کا سب سے پہلا اعلےٰ مضمون گیتا کا پندرھواں ادھیائے ہی رکھا گیا ہے۔ جس کا ترجمہ شری سنت ہری سنگھ جی نے قلمبند کر کے ہمیں ارسال فرمایا ہے۔ سنت ہری سنگھ جی عرصہ دراز سے رسالہ اوم کی نشکام سیوا کر رہے ہیں۔ رسالہ اوم کے کامیاب ہونے کا راز یہی ہے کہ اس کے لیکھک مہودے جہاں شاستر کا پورن گیان رکھتے ہیں۔ وہاں عملی زندگی میں بھی پورن ہیں۔ یعنی شروتری اور برہم نشٹھی (عالم باعمل) بھی ہیں۔ اور اسی کارن اُن کی تحریر اور تقریر کا جگیاسوؤں پر خاص اثر ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے منش جیون کو سپھل بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہمارے پاس بیسیوں چٹھیاں آتی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ رسالہ اوم کے مطالعہ سے اُن کے جیون میں کافی پریورتن آ چکا ہے۔ سنت ہری سنگھ جی نے کین۔ کٹھ۔ منڈک۔ مانڈوکیہ۔ وغیرہ کئی اپنشدوں کے اردو میں ترجمے قلمبند کر کے رسالہ اوم میں شائع کرائے ہیں۔ جو کہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ سنت جی کا عملی جیون اور شاستروں کا باقاعدہ ادھین ہی اُن کی تحریر میں ایک جادو کا سا اثر رکھتا ہے۔ سنت ہری سنگھ جی کے حقیقی چچا پرات سمرنیہ سنت پریم سنگھ جی جن کے اشٹ دیوتا بھگوان رام اور گورو نانک تھے۔ جن کی نظر میں رامائن اور گورو گرنتھ صاحب میں کوئی بھید نہ تھا وہی سنت ہری سنگھ جی کے گورو بنے۔ اور اُن کی کرپا درشٹی اور آشیرباد سے آج سنت ہری سنگھ جی نے جہاں وید اور شاستروں کی تعلیم پر دسترس حاصل کی ہے وہاں گورو گرنتھ صاحب کی بانی پر بھی بہت حد تک حاوی ہیں۔ چنانچہ اُن کی رہائش گاہ واقع 6/11 ایسٹ پٹیل نگر نئی دہلی میں جہاں روزانہ گیتا اپنشد یوگ وششٹ اور سوامی شنکر آچاریہ جی مہاراج کی پستکوں کا سوادھیائے جگیاسوؤں کو کرایا جاتا ہے وہاں اتوار کے دن صبح ۹ بجے سے ایک بجے دوپہر تک گورو گرنتھ صاحب کی بانی کے کیرتن سے امرت ورشا کی جاتی ہے۔ پوجیہ سنت جی کا سناتن دھرم پر درڑھ وشواس ہے اُن کا لباس سادہ اور خوراک پورن ستوگنی ہے۔ یہاں تک کہ وہ لہسن اور

پیاز کا استعمال بھی نہیں کرتے اور بازار کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ روزانہ بلاناغہ گیسی اشنان اور اپنے ہاتھ سے کپڑے دھو کر پہنتے ہیں۔ اور سبت سنگ شری ان کا سواد ھیائے چلتا رہتا ہے۔ ہر کام میں باقاعدگی اس قدر ہے۔ کہ مجال نہیں کہ ڈومنٹ کا بھی فرق پڑے۔ ہر سال رامائن کا نواہ رکھا جاتا ہے جس کے لئے مردوا سے پنڈت گنیش دت جی ملتان والوں کو کبھی کبھی نمنترن دیا جاتا ہے۔ سنت جی لائلپور میں پربھات بنک لمیٹڈ کے منیجر تھے۔ وہاں انہوں نے سوامی شوا رام جی سرسوتی (بنگالی مہاتما) سے سنسکرت ودیا کو تقریباً ۲۵ سال تک حاصل کیا۔ سوامی پرم پورنا نند جی پوران سابق بابو گنیش داس جی ان کے گورو بھائی ہیں۔ اور ان دونو مہاپرشوں نے عنقدر محنت اور گورو سیوا سے برہم ودیا کو حاصل کیا۔ وہ اپنی شان آپ ہے ہمیں ضرورت نہیں تھی۔ کہ ہم پوجیہ سنت جی کے متعلق یہ تعریفی الفاظ یہاں درج کرتے۔ لیکن اودم کے پاٹھکوں کو اتساہ دلانے اور پرمارتھ کا شوق بڑھانے کیلئے ہم نے ایسے مہاپرش کی زندگی کا مختصر سا نقشہ دے دیا ہے۔ کیونکہ مہاپرشوں کی جیونیاں ایک روشن چراغ کا کام کرتی ہیں۔ —— انہوں نے پرشوتم لوگ یعنی گیتا کے پندرھویں ادھیائے کا اردو میں ترجمہ کر کے ہمیں ارسال کر دیا ہے جس کے پڑھنے سے بھگوان پرشوتم کا گیان ہو جانا یقینی ہے بشرطیکہ جگیاسوؤں کا انتہ کرن شدھ ہو ہم اپنے پاٹھکوں سے نویدن کرینگے کہ وہ مضمون ہذا کو نہایت غور اور توجہ سے پڑھیں اور لابھ اٹھاویں۔ —— سنت ہری سنگھ جی کے مضمون کے بعد گیتا کے پندرھویں ادھیائے کا منظوم ترجمہ از قلم شری نوبت رائے جی شوخ شائع کیا جا رہا ہے۔ شری شوخ صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ ہیں۔ اور آج کل رشی کیش میں ہیں۔ بڑھاپا بیماری اور ناداری میں زندگی کے آخری ایام پورے کر رہے ہیں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ایسا وِدوان اور دستار کا شخص کسی اور دیش یا کسی اور قوم میں ہوتا تو اس کی شردھا پوروک سیوا ہوتی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہماری ہندو قوم کے بیشتر اصحاب مایا کو اکٹھا کرنے میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کو فرصت ہی نہیں کہ کوئی دھرم کاریہ کریں اور کچھ لوگ جو دان پنیہ اور دھرم کی طرف کبھی رجوع کرتے بھی ہیں۔ تو وہ کیڑے مکوڑوں جانوروں کو یا گرہوں کے ڈرے ہوں نکموں یا پاکھنڈی یا یادھاری سادھوؤں کو تو دان کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن کسی سفید پوش۔ ودھوا یتیم یا ایسے ہی ادھیکاری منشوں کو ایک وقت کا بھوجن بھی دینے کیلئے تیار نہیں شری شوخ صاحب نے اپنی زندگی کا اثاثہ (جو ملازمت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی شکل میں ملا تھا) وہ اپنی بیوہ بہن بھائی اور بھتیجی کی شادی اور بھتیجوں کی پڑھائی وغیرہ پر خرچ کر دیا۔ لیکن اب ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ابھی ابھی انہوں نے ایک نظم ارسال فرمائی ہے جس سے ان کے جذبات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مہاپرش تکلیف میں بھی خوش و خرم رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"صدمات و ثبات" —— (شری شوخ صاحب) ——

سہوں جور یہ جور جفا پہ جفا مرے ماتھے پہ بل کبھی آ نہ سکے ۔۔ مجھے خاک میں لاکھ ملائے فلک کبھی اوج رضا سے گرا نہ سکے

ہوں وہ غنچۂ گلشن دہر جسے کبھی موج نسیم ہنسا نہ سکے ۔۔ ہیں وہ بلبل بے پر و بال ہوں جو کسی شاخ پہ بیٹھ کے گا نہ سکے

مجھے باغ جہاں میں قیام نہیں مرے کوچ کا کوئی مقام نہیں ۔۔ ہیں وہ نکہت خانہ خراب ہوں جو کہیں پہ قرار جما نہ سکے

مری خاک سے اٹھے خمیر چمن اگیں برگ و شجر کھلیں لالہ و گل ۔۔ مرے نقش وجود کو باد فنا مری خاک اڑا کے مٹا نہ سکے

نہ ہو فکر خدا کی طرف سے اگر مری نان شبینہ ہو فاقہ کشی ۔۔ مری غیرت فقر کی شان کبھی مرے دست طلب کو بڑھا نہ سکے

چلے تیغ نہ کیوں مرے دل پہ اگر ترے درد میں تڑپے شام و سحر ۔۔ بہے خون نہ کیوں مری آنکھ سے جب تری یاد میں اشک بہا نہ سکے

لگی دل کو رہے ترے نام کی رٹ کوئی اور نہ شغل ہو اس کے سوا ۔۔ تری یاد کے کیف سے مست رہوں مجھے گردش چرخ ستا نہ سکے

کرے چرخ ہزار جفا و ستم ترے شوخ پہ آنچ نہ آئے ذرا ۔۔ تری مہر کی جس پہ نگاہ رہے اسے موت بھی آنکھ دکھا نہ سکے

انہوں نے شریمد بھگوت گیتا کا شلوک وار منظوم ترجمہ کیا ہے جس کو جلدی کتابی صورت میں لایا جا رہا ہے۔ جس کی قیمت پانچ روپے مقرر کی گئی ہے۔ ہم اودم پیاروں سے نویدن کرینگے کہ وہ اس کی اشاعت سے پیشتر ہی اس کی رعایتی قیمت مبلغ ۴ روپیہ (چار روپیہ) بذریعہ منی آرڈر ہمیں ارسال کر دیں تاکہ یہ بینظیر تحفہ ان کی سیوا میں بذریعہ رجسٹری ارسال کیا جا سکے۔ پیشگی رقم بھیجنے والوں کو ڈاکخرچ بھی معاف ہوگا۔ ہمیں تسلیم ہے۔ کہ پیشتر ازیں گیتا کے بیشمار ترجمے ہو چکے ہیں۔ لیکن شری شوخ صاحب نے بھی اپنی خداداد لیاقت سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کمال کر دیا ہے۔ پندرھویں ادھیائے کے چند شلوک بطور نمونہ

ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ادھیائے ۱۵ اشلوک ۱۲۔ بھگوان اپنے سروپ کا کس خوبی سے بیان کرتے ہیں۔

روشنی سورج کی ہے میرا ہی نور۔ جس سے روشن ہے جہاں نزدیک و دور
جگمگائے چاند میں میرا جمال۔ تمتمائے آگ میں میرا جلال

شلوک ۱۳۔ اور میں ہو کر زمیں میں خود نہاں۔ تھامتا قوت سے ہوں سارا جہاں
چاند کا بنتا ہوں میں آب حیات۔ جس سے ہو شاداب دنیائے نبات

شلوک ۱۴۔ میں حرارت ہوں غریزی نام کی۔ جب بنے تاب ذی روح اجسام کی
میں نفس کے آمد و شد سے سدا۔ چار قسموں کی پچاتا ہوں غذا

شلوک ۱۵۔ ہر دل انسان میں ہوں جاگزیں۔ دوں میں علم و حافظہ زور یقیں
مجھ سے ہے ویدانت میں ہوں کارساز۔ راز داں وید کا خود وید کا راز

باقی شلوک پرشوتم انک میں شائع ہوں گے۔ — نظم — نیا سال مبارک — از قلم شری عاجز صاحب۔
اک سال جا چکا ہے اور دوسرا ہے آیا سوچو تو دل میں اپنے کیا دھرم کمایا۔ امداد کی ہے کس کی کس کا ہے دکھ گنوایا۔ اور وقت کتنا ایشور کے چرنوں میں لگایا۔

ویدامرت - (برہم درشن) یہ مضمون مہاتما بھاگ مل جی سائیں۔ نے پرشوتم انک کیلئے ارسال فرمایا ہے جو کہ رسالہ ادم کے تقریباً ۸ یا ۱۰ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ دیدار حق کے لئے یہ مضمون نہایت ہی مفید ہے۔ مہاتما بھاگ مل جی عالم باعمل مہان رشی ہیں۔ فارم کاشی والا ضلع بجنور میں تھوڑی سی اراضی خرید کر اپنا جیون نرواہ کرتے ہیں۔ اور ایکانت سیون۔ سوادھیائے اور اچھی اچھی پستکیں لکھ کر جگیا سوؤں کی سیوا کر رہے ہیں۔ اُن کی علمی لیاقت سے ناظرین ادم پہلے ہی واقف ہیں۔ انہوں نے ابھی ابھی دو نئی پستکیں چھپوائی ہیں۔ ایشور کے ساکھشات درشن - اور- تقدیر تدبیر کا اکسیر رہے جن جن لوگوں نے ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ عالم جوانی میں ہی ان کو پرمارتھ کا شوق ہو گیا۔ اور اپنے گاؤں لانبڑہ ضلع ہوشیار پور کے باہر ایک آموں کے باغ میں ایکانت کٹیا بنا کر برہم ابھیاس میں لین رہنے لگے۔ کئی سال گھر پر نہیں گئے۔ سوامی گوبند آنند جی (شاگرد الرشید شری سوامی رام تیرتھ جی ایم اے) جیسے اُچیہ کوٹی کے مہاتماؤں کی سیوا اور ست سنگ سے اپنے جیون کو سپھل بنالیا۔ تپ اور بھجن کے پرتاپ سے اب اُن کی تحریر میں غضب کی روحانیت ہے۔ جو کہ ہر خیال کے آدمی پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ جن سجنوں نے اُنکی مندرجہ بالا پستکیں ابھی تک نہیں منگوائیں وہ رسالہ ادم کے دفتر سے منگوا کر ضرور لابھ اٹھاویں۔ قیمت فی کتاب صرف ایک روپیہ مقرر ہے۔ رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج کر یہ کتب بیرنگ پوسٹ منگوا سکتے ہیں۔ وی پی نہیں ہوگا۔

رامائن منظوم - مرسلہ شری رگھوناتھ سروپ بھٹناگر - یہ منظوم رامائن بڑی دلچسپ ہے۔ بھٹناگر صاحب کا رسالہ ادم کے ساتھ خاص ہی پریم ہے۔ انہوں نے پہلے شری نظر صاحب کی گیتا کو قلمبند کر کے ارسال فرمایا۔ اب یہ منظوم رامائن بھی اس سالنامہ میں شائع کرنے کے لئے ارسال کی ہے۔ ہم اُن کا ہاردک دھنیاد کرتے ہیں۔

بھگوان پرشوتم - یہ مضمون ہمارے خاص مہربان شری جگن ناتھ جی کھنہ بی اے بی ٹی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول بنگہ جو آج کل برندابن میں نواس کر رہے ہیں۔ نے قلمبند کر کے ارسال فرمایا ہے۔ یہ مضمون جنم مرن کے چکر سے چھڑانے والا اور خود شناسی یا آتم درشن کرانے والا ہے۔

مُراری منموہن - (نظم) پروفیسر بخشی اختر امرتسری

چت چور مراری منموہن یہ نام ہے بنسی والے کا　　اُپدیش سُنانا ہی دینا یہ کام ہے بنسی والے کا
موجود ہے وہ ہر منزل میں مشہور ہے وہ ہر محفل میں　　ہر گوشۂ دل کی دنیا میں بس دھام ہے بنسی والے کا

مریادا پرشوتم بھگوان رام - (نظم) از قلم ڈاکٹر راج بہادر ورما۔

کیا کروں جا کے جلوہ گاہوں میں　　جلوۂ رام ہے نگاہوں میں
اُس کی عظمت کے گیت گاتا ہوں　　خود کو بیخود یوں ہی بناتا ہوں

قرب صنم - (نظم) شری جگن ناتھ جی کھنہ بی اے بی ٹی۔

صادق ہے جس کا عشق بس قربِ صنم وہ پا گیا
ہستی کو اپنے ہستیِ صنم میں جو مٹا گیا
اُٹھائے جس طرف نگاہ سب آئے اُسکو وہی نظر
ایسا ہو نورِ حسن اُسکا آنکھ میں سما گیا

دھرم کی ویاکھیا۔ شری بی۔ آر۔ گوئل پٹیالہ

دیوتا۔ آتم درشی باوا نگینہ سنگھ جی کا اُدبھت مضمون

نہ صرف ضرورت ہے بلکہ سخت ضرورت ہے۔ از قلم شری کانشی رام جی چاولہ ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ڈی سی آفس لدھیانہ۔

شری چاولہ جی کا یہ مسلسل مضمون تین ماہ سے جاری ہے۔ اب اس مضمون کی قسط نمبر ۴ سالنامہ میں شائع کی جا رہی ہے۔ پچھلی تین اقساط میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ آزاد بھارت کو جہاں سب شعبوں کے ماہرین کی ضرورت ہے وہاں اس بات کی زیادہ ضرورت ہے۔ کہ بھارت واسی انسانیت سے بہرہ ور ہوں۔ تاکہ وہ بھارت کو اونچا اُٹھانے میں اپنی کوشش کریں۔ ہمارا اخلاق دن بدن پست ہوتا جا رہا ہے۔ اخلاق کو سدھارے بغیر ہمارا کلیان نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم نے مالی نقطۂ نگاہ سے ترقی کر بھی لی تو وہ ہمیں سُکھ اور شانتی نہیں دے سکتی۔ شری چاولہ صاحب کا تمام لٹریچر ہی دیش اور جاتی کو سدھارنے کے لئے تیر بہدف کا کام کر رہا ہے۔ انہوں نے کمال محنت سے مندرجہ ذیل کتب لکھی ہیں۔ جن کو منگوا کر پڑھنا ہر بھارت واسی کا فرض ہے۔ یہ پُستکیں رسالہ اودم سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ منگوا کر لابھ اُٹھاویں۔

لطفِ زندگی ۱/۲ روپیہ ناوانیاں سوا روپیہ امرت کنڈ ڈیڑھ روپیہ ذرا سا۔ آٹھ آنے آدرش گرہست ایک روپیہ انسان ڈیڑھ روپیہ پریت سنیہہ دس آنے۔ گیتا لیک۔ مہک۔ ٹھنک۔ چمک فی حصہ ایک روپیہ۔ الیومی نیشن آف لائف۔ دو روپیہ

مہاتما ودُر۔ شری چاولہ صاحب کا یہ دوسرا مضمون بھی اس انک کی زینت کو بڑھا رہا ہے۔

نہیں بہتر ریاضت کوئی بندوں کی بھلائی سے۔ (نظم) از قلم شری نوبت رائے شوخ

غرض زاہد سے ہے ہمدم نہ مطلب پارسائی سے	مجھے بس کام ہے ہر وقت باطن کی صفائی سے
مصیبت آدمی کی چشمِ عبرت کھول دیتی ہے	نشہ کافور ہو جاتا ہے دم بھر میں کھٹائی سے
مجھے دو روٹیاں دینے میں بھی گردوں کو حجت ہے	کیا سائل قضا نے مجھ کو کیسے نان بائی سے
صدا یہ غیب سے آتی ہے ہنگامِ دعا مجھ کو	نہیں بہتر ریاضت کوئی بندوں کی بھلائی سے

مریادا پرشوتم۔ از قلم شری ہری چند جی خوشدل ایم اے۔ آریہ ہائر سیکنڈری سکول سول لائن لدھیانہ۔ اس مضمون میں رامائن کے مختلف پہلوؤں پر قلم اُٹھائی گئی ہے۔ اور بھگوان رام کو غریب نواز۔ دینا بندھو۔ ایک پتنی برت۔ خودداری۔ غریب کو اپنانا۔ گنوں کی پوجا۔ دویش رہت پرجا پالک وغیرہ وغیرہ کئی گنوں سے بھگوان رام کی تعریف کی گئی ہے۔ آخر میں اپنی گورنمنٹ سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ سکولوں اور کالجوں کے کورس میں ایسے مہاپرش کی زندگی پر مفصل روشنی ڈالی جائے۔ تاکہ طلبا اپنے بزرگوں کی عظمت سے واقف ہو کر اپنی زندگی کو سُدھار سکیں۔ مضمون نہایت مدلل اور اعلےٰ پایہ کا ہے۔ ناظرین بہت پسند کریں گے۔ ہم خوشدل صاحب کا دھنیہ واد کرتے ہیں۔ کہ عرصہ سے وہ اپنا قیمتی وقت صرف کر کے رسالہ اودم کی قلمی معاونت فرما رہے ہیں۔ اُن کے مضامین سے ظاہر ہے کہ ان کو اپنے دیش اور جاتی کے سُدھار کا کس قدر زبردست خیال دامنگیر ہے۔

تصویرِ عالم۔ (نظم) شری سوہن لال گرو در سبھل۔

بڑی باعقل و باتدبیر ہے تعمیرِ عالم کی	ہے کس میں تاب جو کہ کھینچ دے تصویرِ عالم کی
ہے کیسی خوشنما تخلیق کہ جس کا نہیں ثانی	بڑی حیران کن قدرت ہے اس معمارِ عالم کی

پیار کا نغمہ ۔ شری حسرت رسالپوری ۔

نیل گگن کے سُندر سُندر چاند ستارے لائیں ہم آشاؤں کے دیپ جلا کر گھر گھر میں خوشیاں پھیلا کر

جیون جوت جلائیں ہم پیار کا نغمہ گائیں ہم

برلا مندر کی سیر ۔ وید واکیہ اور برہم سوتر ۔ بودھ اور ہندو دھرم ۔ گیتا روپی ناؤ ۔ گورو نانک جی کے واکیہ ۔ یہ تمام مضامین برلا مندر کی دیواروں سے نوٹ کئے گئے ہیں ۔ نیز گورو گوبند سنگھ جی کی بانی جو چھکے دلوی گرنتھ سے لی گئی ہے ۔ وہ بھی اس مضمون میں شامل ہے ۔ جس کے چند واک حسب ذیل ہیں ۔

نمو اگیہ دیتی اننتی ستو یا ۔ نمو لوگ یوگیشوری لوگ تیا

نمو کیہری واہنی شستر ونتی ۔ نمو شاردا برہم ودیا پڑھنتی

نمو جوت جوالا تمہیں وید گاؤیں ۔ شر اشر رشیشور نہیں بھید پائیں

تو ہی کال اکال کی جوتی چھاجے ۔ سدا جے سدا جے بلا جے براجے

شیر پر سواری کرنے والی

تمہارے چرنوں میں ۔ از کوی لوکناتھ جی دِل ۔ رشیوں نے دھیان لگائے ہیں ۔ شری کرشن تمہارے چرنوں میں

منیوں نے سیس جھکائے ہیں ۔ شری کرشن تمہارے چرنوں میں

آؤ تو میں جانوں ۔ یہ شری دِل صاحب کی دوسری نظم ہے ۔ جو کہ سالنامہ کی زینت بن رہی ہے

برج راج دلارے ! آؤ تو میں جانوں ۔ میری ہر بھول بھلاؤ تو میں جانوں

ترانۂ ہند ۔ از قلم شری بسمل صاحب ۔

ہندوستاں کے ہم ہیں ۔ ہندوستاں ہمارا

بہروپیہ ادہم ۔ از قلم چوہدری بالمکند جی ۔ بی ۔ اے ایل ۔ ٹی ۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ۔

صدائے عشق ۔ (پنجابی نظم) از خواجہ دِل محمد صاحب ایم ۔ اے مرسلہ چوہدری بالمکند صاحب ۔

مایا دھاری ۔ از ایڈیٹر ۔

نرسی بھگت منظوم ۔ پنڈت چانن رام جی وفا ۔ **چیتن مہا پربھو** ۔ از ایڈیٹر

ہے کیوں نام رادھا کا بھگوان سے پہلے ۔ (منظوم) شری گوپال داس مسرور

بھگت پرہلاد ۔ شری گیان چند میال ۔ **آنند داتا گورو نانک** ۔ از قلم لالہ پرمانند ایم ۔ اے ۔

باون اکھری ۔ محلہ ۔ 5 ۔ مترجم شری سادھو رام اروڑہ چمن پاکستان ۔

ستگورو بابا رام سنگھ جی ۔ (منظوم) از قلم کوی لوکناتھ جی دِل

رابعہ ۔ از قلم شری اوتار سنگھ ۔ **ماتر بھگتی** ۔ شری فتح چند نسیم ۔

یار کی تلاش ۔ از قلم حکیم رمیلداس جی ۔

مندرجہ بالا مضامین کے علاوہ ہمارے پاس اور بھی مضامین برائے سالنامہ پہنچ چکے ہیں ۔ جن کو حسب گنجائش شائع کیا جاوے گا ۔

امید ہے ۔ کہ یہ سالنامہ ایک بہترین چیز تیار ہوگا ۔ جو کہ عامیاں کے لئے بے حد مفید اور اُتم جگیاسوؤں کے لئے امرت کا جام ثابت ہوگا ۔ ہماری خواہش ہے ۔ کہ بھارت کا ہر فرد و بشر اس کو منگوا کر لابھ اٹھائے ۔ لیکن اس کو وہی حاصل کر سکیں گے ۔ جن پر ایشور کی خاص کرپا ہوگی ۔

اوم شم

گورکھ ناتھ نندا سمپادک

اہم برہم اسمی

از قلم شری برہمانند نندہ بی۔ اے:-

میں برہم ہوں، یہ شرتی واکیہ ہے۔ یہی ویدوں کا سار ہے۔ اور ویدانت کا اصل مفہوم ہے۔ شنکا ہوتی ہے کہ جیو برہم کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ الپگیہ ہے وہ سروگیہ ہے یہ جنمتا مرتا ہے، سکھ دکھ، سردی گرمی کا بھوگتا ہے۔ اور وہ جنماتیت، گناتیت، سچدانند سروپ ہے۔ دونوں میں نمایاں فرق صاف نظر آتا ہے۔ پھر شرتی واکیہ پر یقین کیسے لائیں۔

جگیاسو کو شرتی واکیہ کی سچائی میں کوئی سندیہہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر بھی جب تک وہ خود اپنے انوبھو سے یہ جان نہ لے کہ اس کا آتما برہم ہی ہے تب تک شنکا ہونا قدرتی امر ہے۔ تو اس کا سمادھان کیسے ہو؟ دراصل وید، اپنشد اور گیتا شاستر اسی گتھی کو سلجھانے کا سادھن ہیں جس ریسرچ سے برہم ودیا کی کھوج میں رشیوں مہرشیوں نے کئی جنموں کے تپ کا انوشٹھان کیا۔ اسے جاننے کیلئے لازم ہے۔ کہ جگیاسو شردھا پوروک دھرم مارگ پر چلنے کا پہلے درڑھ سنکلپ کرے۔ پھر کسی برہم ویتا مہاپرش کی شرن میں جائے۔ اور ان سے تت توم اسی وہ (ارتھات برہم) تم ہی ہو، کا مہا واکیہ سن کر جیون مکت پد گرہن کرے تبھی اس شنکا کا سمادھان ہو سکتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ شرتی واکیہ میں پورن آستھا رکھ کر ہم جب تک خود ابھیاس نہیں کرتے تب تک صرف پستکوں سے حاصل کیا گیا علم ہمارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ برہم ودیا سادھارن علم نہیں جو صرف پڑھ لینے یا وکر لینے یا بحث مباحثوں میں مہارت حاصل کر لینے سے سیکھی جا سکتی ہو۔ وہ تو کرنے کی چیز ہے جب تک ہم جیون کو ارتھات خود کو برہم ودیا کے ڈھانچے میں نہ ڈھالیں گے۔ ہماری کسی بھی شنکا کا سمادھان نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ جو سمادھان بتلایا جائے گا۔ بھلے ہی وہ خود بھگوان نے ہی کیوں نہ بتلایا ہو ہماری شنکا کو کیسے دور کر سکتا ہے۔ جب تک کہ ہم خود اپنے انوبھو دوارا اس کی سچائی کو پرکھ نہیں سکتے تو جگیاسو کیا کرے؟

سیدھا جواب ہے کہ وہ ابھیاس کرے میں برہم ہوں، میں ست چت آنند ہوں، میں اس جنم سے پہلے بھی تھا۔ اب ہوں۔ اور موت کے بعد بھی رہوں گا۔ میری ہستی ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گی۔ سوتے ہوئے جاگتے ہوئے سبھی طرح کے کاریہ کرتے ہوئے میں شریر (ارتھات بدھی من اور اندریوں وغیرہ) سے الگ اکرتا ابھوگتا ہوں میں تغیر و تبدل کو دیکھنے والا سکھ، دکھ، نفع، نقصان، زندگی موت وغیرہ سے بے خطر ہوں۔ میں آنند کا بھنڈار ہوں۔ روحانی مسرت کا سمندر ہوں۔

سوال اٹھتا ہے کہ اس ابھیاس سے کیا جیو برہم ہو جائیگا؟ اگر سوچنے سے، خیالی پلاؤ پکانے سے شیخ چلی کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ جیون بھر سوچتے رہنے سے کوئی جیو برہم پد کو پراپت کر سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پستکوں سے علم حاصل کر کے "اہم برہم اسمی" کا نعرہ لگانے والے جو شخص برہم گیان پراپت کر لینے کا دعوے کرتے ہیں ان کا برہم گیان واقعی شیخ چلی کے خیالی پلاؤ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اسے محض کاغذی برہم گیان ہی سمجھنا چاہیئے۔ وجہ یہ کہ ان کا ابھیاس صفر کے برابر ہوتا ہے۔ صرف خیالی ہوتا ہے۔ اور وہ جیون کی ٹھوس حقیقت نہیں بن سکتا۔ ایسے برہم گیانیوں کی نسبت کوئی سادھارن شخص جو، نے شرتی واکیہ نہ سنا ہو اور خود کو برہم کی بجائے سادھارن جیو ہی سمجھتا ہو کہیں بہتر حالت میں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خود کو دھوکے میں نہیں رکھتا اور جب کبھی شبھ سنسکاروں کے پھل سروپ اسے کسی مہاپرش برہم گیانی کی شرن پراپت ہوتی ہے۔ اس کا کلیان ہو جاتا ہے۔ لیکن واچک گیانی اپنے اہنکار میں رہتا ہے۔ اور کسی مہاپرش کی شرن میں جانے

ضروری ہے کہ ابھیاس کو صحیح معنوں میں جیون کا ہی رُوپ دیا جائے۔ اور یہ تبھی ممکن ہے۔ جب سچی لگن لگے۔ بدھی یہ نشچے کرے۔ کہ سنسار کے بھوگ فانی ہیں۔ اور ان سے حاصل ہونے والا سکھ بھی ناشوان ہے اس لئے اُن کے پیچھے اس وچار سے دوڑ دھوپ کرنا کہ وہ دائمی سکھ دینے والے ثابت ہوں گے۔ آب سراب ہے۔ مرگ مریچکا ہے۔ پھر بدھی من کو روکے۔ اُسے وشیوں کا منن کرنے سے بار بار روکے۔ ایک بار نہیں ہزار بار روکے۔ صبح۔ دوپہر۔ شام۔ رات۔ چوبیس گھنٹے ہر لمحہ روکے۔ اور دیں سچدانند ہوں، اس ابھیاس میں لگائے شری کرشن بھگوان نے ارجن کو یہی اُپدیش دیا۔ کہ جب تک من کو وش میں نہیں کروگے۔ سپھلتا نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ابھیاس کروگے۔ تو من ضرور قابو میں آئے گا۔ البتہ یہ کام ہے بڑا مشکل۔ لیکن جس دن یہ وش میں آگیا۔ سمجھو کہ کامیابی کے سب راستے کھل گئے۔ جب وشیوں کا چنتن چھوڑ دے گا۔ تو سبھی اندریاں خود بخود سنیم میں رہنے لگیں گی۔ اور جیو صحیح معنوں میں زندگی کا لطف حاصل کرنے لگے گا۔ تب سنسار کے کاریہ ووہاریوں ہوتے محسوس ہوں گے جیسے کہ اُن کا بوجھ اور ذمہ داری جیو پر نہ ہو۔ بلکہ اس بوجھ اور ذمہ داری کو کسی اگوچر شکتی نے اپنے اُوپر لے رکھا ہو۔ اس احساس کے بعد جیوں جیوں یہ احساس بڑھتا جاتا ہے۔ جیو کے سبھی احساسات مثلاً دُکھ، سُکھ، گرمی، سردی وغیرہ کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور آخر ایک دن ایسا بھی آجاتا ہے۔ جب وہ من کی سِتھرتا پر بالکل ہی اثر انداز نہیں ہوتے نفع ہونے پر بھی من کی وہی حالت ہوگی جو نقصان ہونے پر ہوتی۔ اگرچہ سنسار میں تغیر و تبدل ہوتے رہینگے۔ حالات بدلتے رہینگے۔ شریر بیمار ہوگا۔ تندرست ہوگا۔ جوانی کی بہار آئے گی اور بڑھاپے کی ناتوانی بھی آئے گی۔ مگر تمام تبدیلیوں کے باوجود من چنچل نہ ہوگا۔

ایسا ہونا بہت مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں۔ کیوں کہ جب تک ایسا نہ ہو۔ جیو برہم رُوپ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ابھیاس ضروری ہے۔ اب ایک سوال اُٹھتا ہے۔ کہ من کا تو کام ہی سوچنا ہے۔ پھر بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے۔ کہ وہ سوچنا ہی بند کر دے؟ درست ہے لیکن اگر اس سوال پر گہرائی سے وچار کیا جائے۔ تو ظاہر ہو جائیگا۔ کہ من کو روکنے سے مراد نہیں کہ اُسے مار دیا جائے۔ نیز من کی سِتھرتا اور دنیاوی احساسات کی غیر موجودگی کا یہ مطلب نہیں کہ من کا کام تمام ہوگیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ ایک وقت خاص میں من پر جب تک ایک ہی وچار یا احساس کا غلبہ نہ ہو وہ اس میں محو نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک محو نہ ہو۔ وہ اس سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ مشکل یہ ہے۔ کہ جنم جنمانتروں کے سنسکاروں کی وجہ سے من کا ٹھہراؤ جاتا رہا ہے۔ کامناؤں اور چنتاؤں نے اُسے تیز رفتار پہاڑی ندی کی طرح متواتر خیالات کی رو بہانے کا عادی بنا دیا ہے۔ لیکن جس طرح دریا کی روانی سمندر میں سما جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح من میں بہنے والے وچاروں کی روانی بھی کسی ایک وچار یا بھاؤ خیال یا احساس میں سما سکتی ہے۔ ابھیاس کا یہی مقصد ہے۔ کہ انواع اقسام کے خیالات اور احساسات کو روک کر اُن کی جگہ برہم بھاؤ کی ستھاپنا کی جائے جس سے وچاروں کی سرِتیا آنند کے اتھاہ ساگر میں لین ہو سکے۔

ایک منش بہت دُکھی ہے۔ بار بار اُسے کسی نقصان کی یاد سے پریشانی ہوتی ہے۔ بے حد پریشانی ہے۔ کچھ نہیں سُوجھتا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ تبھی اچانک اُسے خبر ہوتی ہے۔ کہ اُسے ایک ایسا لابھ ہوا ہے جس کی کہ اسے وہم و گمان میں بھی توقع نہ تھی۔ لمحہ بھر کے لئے وہ پہلے نقصان کو بھول جاتا ہے۔ پریشانی دُور ہو جاتی ہے، چہرے پر مسکراہٹ کھل جاتی ہے۔ جیسے کہ اُسے کبھی پریشانی ہوئی ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ دو متضاد احساسات لمحہ بھر پہلے اور پیچھے منش کے دُکھ سُکھ کا موجب بنے۔ حالانکہ اس لمحہ بھر میں سارا سنسار جُوں کا تُوں ہے۔ نفع یا نقصان جو ہونا تھا وہ تو ماضی میں ہو چکا فی الحال ایک لمحے کے لئے انسان کو دُکھی یا سُکھی بنانے والی وستو دراصل ایک وچار ہے۔ ایک احساس ہے۔ اگر یہ وچار دُکھ پیدا کرنے والا ہے۔ اور من پر چھا رہا ہے تو باقی سب حالات موافق ساز گار اور سُکھی بنانے لائق ہونے کے باوجود انسان سُکھی نہیں ہو سکتا تب کیا کیا جائے؟ یہی کہ اس خیال کو اس احساس کو من سے ہٹایا جائے۔ جس نے دُکھی کر رکھا ہے۔ اور اس کی جگہ دوسرے وچار یا احساس کو بٹھایا جائے۔ جو سکھ اور شانتی دایک ہو

چونکہ سنسار کے سبھی وچار اور احساس جن کا آدھار سنسارک وستوئیں ہیں اتھائی ہوتے ہیں۔ ارتھات بدلتے رہتے ہیں۔ اسلئے سُکھ کے بعد دُکھ اور پھر دُکھ کے بعد سُکھ کا کبھی نہ ختم ہونے والا چکر چلتا ہی رہتا ہے۔ چنانچہ گیانی مہاپرش جیو کو چیتاونی دیتے ہیں کہ اس چکر سے نکلنے کی راہ اختیار کرو ورنہ یوں ہی زندگی رائیگاں چلی جائیگی۔ جب اُسے یہ چنتا ہوتی ہے۔ تو ویراگ جاگتا ہے۔ روحانی لگن لگتی ہے۔ من وشیوں کا چنتن چھوڑ کر ایکاگر ہونے لگتا ہے۔ دُنیا داری جھمیلوں سے دُور ایکانت میں جب وہ ایک ڈبکی آنند کے اس اتھاہ ساگر میں لگا لیتا ہے۔ جو انتر میں ہے۔ تو پھر کبھی نہیں بھولتا۔ پھر دوسرے وچاروں اور احساسوں کی ہی طرح یہ احساس بھی من میں چکر لگانے لگتا ہے۔ کہ ایک سُکھ وہ بھی ہے۔ جب من میں کوئی خیال نہیں ہوتا۔ اور جبکہ من کو صرف اتنا بھر احساس ہوتا ہے۔ کہ "میں شانت ہوں" اگر ابھیاس سے یہ احساس بڑھنے لگے۔ تو پیچھے ہی بہت تھوڑے عرصہ میں جیو یہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ کہ اس احساس سے زیادہ سُکھ دینے والا اور کوئی وچار یا بھاو نہیں۔ تب لگن بڑھتی ہے سرور چھانے لگتا ہے۔ اور دُنیا بسر جاتی ہے۔ دھیان باہر سے ہٹ کر بھیتر ہو جاتا ہے۔ یکسوئی کا چمتکار پرتکھش پرکٹ ہو جاتا ہے اُس کے بعد کیا ہوتا ہے کیسے ہوتا ہے۔ اور آخر جیو "اہم برہم اسمی"، کا انوبھو کر کے جیون مُکت برہم لین ہوتا ہے۔ تو کیا ہوتا ہے۔ یہ انوبھوی مہاپرش ہی جان سکتے ہیں۔

بہرحال اس بیان سے مدعا یہ ہے کہ شخص شرتی کو شردھا اور وشواس پوروک سُن کر اس میں اٹوٹ استھار رکھتے ہوئے منن کرے چنتن کرے۔ شواسوں کی گتی کے ساتھ ابھیاس ہر لمحہ جاری رہے یہ تو محض شروعات ہے۔ سفر کا آغاز ہے۔ اس کے بعد جیو کو کئی منزلیں طے کر کے آخری منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ شرون اور منن کے پھل سوروپ ویراگ ہونے سے من میں ایکاگرتا آئی وشیوں کا چنتن گھٹتے گھٹتے اتنا کم رہ گیا۔ کہ کام نہ رہتے۔ سوتے جاگتے اب من روپی ندی میں کوئی لہر اٹھتی ہے۔ تو اسی وچار کی کہ "اہم برہم اسمی"۔ پہلی بار یکسوئی قلب حاصل ہونے پر جس چمتکار کا انوبھو اچانک ہوا تھا۔ اور جس کی کامنا نے لگن لگائی۔ وہ چمتکار اب ایکانت کی گھڑیوں میں اکثر ہونے لگا ہے۔ اور پھر سرور چھا جاتا ہے۔ مسرت سے باچھیں کھل جاتی ہیں۔ پرکرتی ارتھات سوبھاو ستوگن پردھان ہو چلا ہے۔ کام کرودھ لوبھ موہ اور اہنکار کے بندھن ڈھیلے ہو چلے ہیں۔ یوں لگتا ہے۔ مانو سنسار میں سبھی طرف آنند کی برکھا ہو رہی ہے اپنے پرائے کی تمیز ختم ہو رہی ہے۔ سبھی کے لئے پریم اور سیوا کا بھاو اس لئے جاگ اُٹھا ہے۔ کہ اپنی خودی کسی لامحدود خودی میں سمائی جاتی ہے۔

اب کامنائیں شانت ہیں۔ لوبھ کے کارن رجوگُن کی پریرنا سے جو سنسارک کاریہ وِوہار کی دوڑ دھوپ تھی وہ شریر نرواہ تک محدود رہ گئی ہے۔ کرنے کو کچھ خاص ہے تو یہی کہ اس چمتکار کی لمحہ بھر مہلت کو بڑھایا جائے۔ جو شمع روشن ہوتے ہی پچھلے سنسکاروں کی آندھی میں بار بار جلانے پر بجھ جاتی ہے۔ اسے ہمیشہ روشن رکھنے کا یتن کیا جائے۔ شرون، منن، ندھیاسن ہو چکا اب اس روشن شمع کو من کی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہونے دینا ہی دھارنا ہے۔ کبھی کبھی کسی جھونکے سے سنسکاروں کی ہوا آہی جاتی ہے۔ اور شعلہ پھڑپھڑانے لگتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اس اوستھا میں شعلہ پھڑپھڑاتا رہے بجھتا نہیں۔ دھیان کیجیے کہ جن وجوہات سے ایسا ہوتا انہیں دُور کیا جائے۔ کیونکہ ابھی ابھیاس میں کمی ہے۔ ورنہ وہ شمع تو ایسی ہے۔ کہ اس پر کسی ہوا کا اثر نہیں۔ وہ کسی بھی احساس سے اثر قبول نہیں کرتی پھر دھیان کیجیے۔ اور سمادھی کی اوستھا میں پہنچیئے۔ جہاں صرف یہ احساس باقی رہ جائیگا کہ ایک "وہ" ہے اور ایک "میں" ہوں۔ دوسری کوئی حقیقت نہیں۔ وہ آنند ہے۔ اور میں اس کا بھوگتا ہوں انت کال سے ہمارا یہ اٹوٹ سمبندھ چلا آرہا ہے جس میں کہیں کوئی رکاوٹ نہیں۔

سمادھی سے واپس آئے تو دُنیا وچتر سی لگنے لگی۔ کہیں کوئی دوش نظر نہیں آتا۔ سب میں سب طرف "اسی" کا نظارہ ہے۔ "سروم کھلوم برہم" "سب کچھ برہم ہی ہے۔" کا شرتی ناد اب کانوں میں گونجتا ہی نہیں جیون کے کن کن میں سما گیا ہے۔

راگ دویش کی اب کہاں گنجائش ہے۔ تبھی بھگوان اپنی کرپا سے گورو روپ میں پرکٹ ہو کر ساودھان کرتے ہیں کہ اے جیو جس برہم کو سروتر ویاپک انوبھو کر رہا ہے وہ کوئی دوسرا نہیں وہ تو ہی ہے۔ پھر جو دوبارہ ڈبکی لگائی تو پکار اٹھا "اہم برہم اسمی" سب بھید مٹ گئے۔ بندھن ٹوٹ گئے جیون مکت ہو کر موکش کا ادھیکاری ہوا

ادم شمیم

وہ تو ہے

از قلم شری نوبت رائے جی شوخ

حقیقت سے تو اپنی بے خبر ہے — پریشاں اس لئے شام و سحر ہے
تلاش اپنی تجھے ہر سو ہے جس کی — رگِ جاں سے تری نزدیک تر ہے
وہی تیری نگاہِ ناز میں ہے — فسوں اس کا تری آواز میں ہے
جسے تو ڈھونڈتا ہے خود سے باہر — ترے دل کے حریم راز میں ہے
وہی خود رازِ ہست و بود تو ہے — ہزاروں رنگ میں موجود تو ہے
بھٹکتا ہے عبث منزل بہ منزل — خود اپنی منزلِ مقصود تو ہے
تو عالم آفریں، جانِ جہاں ہے — تنِ خاکی نہیں، روحِ رواں ہے
تگ و دو ہے یہ جس کی جستجو میں — تری ہستی کا خود رازِ نہاں ہے
تجھی سے یہ جہانِ رنگ و بو ہے — ترا جلوہ نمایاں چار سو ہے
جو دیکھے غور سے تو اپنے اندر — تجھے جس کی طلب ہے آپ تو ہے

اوم کے خریدار صاحبان توجہ دیں

جن صاحبان کے سالانہ چندہ کی میعاد ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء یعنی سالنامہ کے شائع ہونے سے پیشتر ختم ہو رہی ہے۔ اُن کو ماہ نومبر میں منی آرڈر فارم بھیجے جا چکے ہیں۔ کئی سجنوں نے ہماری اپیل پر اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیا ہے۔ لیکن بیشتر احباب ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں دی۔ اب ہم اُن سجنوں کو دوبارہ بذریعہ چھپی ہوئی چٹھی آگاہ کر رہے ہیں۔ کہ وہ کرپا کر کے اگلے سال کا چندہ مبلغ سات روپیہ Rs 7/- بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد ارسال کر دیں۔ تاکہ سالنامہ اُنکی سیوا میں شائع ہوتے ہی فوراً ارسال کیا جا سکے بصورت دیگر سالنامہ پرشوتم انک سالانہ چندہ کی وصولی کیلئے بذریعہ وی پی ارسال کرنا پڑیگا۔ اور وی پی پر آن کا خواہ مخواہ کا ۱۰-۹ آنے زائد خرچ آئیگا جو کہ کافی زیادہ اور بلا ضرورت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ رسالہ اوم کا ہر خریدار ہمیں سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ہی ارسال کرے۔ کیونکہ وی پی واپس آنے پر اس دفعہ ایک پرچہ کو کافی نقصان پہنچتا ہے۔ اُمید ہے ہمارے معزز خریدار ہماری اس جائز درخواست پر ضرور عمل کریں گے۔

جو سجن کسی وجہ سے آئندہ خریدار نہ رہنا چاہتے ہوں۔ وہ برائے مہربانی ہمیں بذریعہ کارڈ فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ نئے سال کا سالنامہ اُن کو وی۔ پی نہ کیا جاوے۔ اگر وہ ہمیں وقت پر اس امر کی اطلاع نہ دینگے تو ہمیں مجبوراً یہ سالنامہ بذریعہ وی۔ پی۔ ارسال کرنا پڑیگا۔ اور اس کے واپس آ جانے پر ہمیں اُن صاحبان کی غیر ذمہ دارانہ اخلاقی حالت پر افسوس کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا اس خصوص میں ہمارا سال گذشتہ کا تجربہ بہت کڑوا ہے۔ اور اس تجربہ نے ہی ہمیں مجبور کیا ہے۔ کہ معزز خریداران کی توجہ مبارک کو خاص طور پر اس اخلاقی ذمہ داری کی طرف مبذول کیا جاوے۔

آشا ہے کہ اوم کے قدردان احباب ہماری اس اپیل کو منظور کر کے اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد بھیجنے کی کرپا کرینگے چندہ ہر صورت ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء سے پیشتر ہمیں مل جانا چاہیئے کیونکہ اس کے بعد ہم ڈسپیچ کا کام شروع کر دیں گے۔

منی آرڈر بھیجتے وقت:۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط حروف میں لکھیں نیز خریداری نمبر جو پتہ والی چٹ پر چھپا ہوتا ہے۔ اس کا حوالہ ضرور دیں۔ اگر آپ کو اپنا خریداری نمبر یاد نہ ہو۔ تو کم از کم یہ ضرور لکھیں ـــ "کہ میں پرانا خریدار ہوں"۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں۔ تو یہ لکھیں۔ کہ "میں نیا خریدار ہوں۔" اگر آپ ایسا نہ لکھیں گے تو غلطی سے آپ کو دوبارہ وی۔ پی ہو جانے کا امکان ہے۔

پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع:۔ "سالنامہ پرشوتم انک" مورخہ ۲۸-۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء کو دہلی کے ڈاکخانہ حوض قاضی سے نہایت احتیاط اور پابندی وقت کے ساتھ ڈسپیچ ہوگا۔ اگر کسی صاحب کو وقت پر نہ ملے۔ تو برائے مہربانی ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء سے پیشتر ہمیں اور اپنے لوکل ڈاکخانہ کے پوسٹ ماسٹر صاحب کو شکایت کریں۔ شکایت آنے پر ہم پرچہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری ارسال کر دینگے۔ لیکن جن احباب کی شکایت ہمیں ۱۰ جنوری یا کم از کم ۱۵ جنوری کے بعد ملے گی۔ اُس کی تعمیل نہیں ہوگی۔ اور اُن کو یہ سالنامہ قیمتاً ہی مل سکے گا۔ اس لئے برائے مہربانی پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء سے پیشتر کر دینا ضروری سمجھیں۔ تاکہ بعد میں آپ کو مایوس نہ ہونا پڑے۔ اور خواہ مخواہ کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

پر یقین شکریہ کے ساتھ

ایڈیٹر۔

دو پکھشی

از قلم سنت ہری سنگھ جی ۱۱/۱ کا ایسٹ پٹیل نگر نئی دہلی

نانک ترور ایک پھل دو پنکھیرو آہیں۔
آوت جات نہ دسیئی نہ پر پنکھی تاہیں۔
بہو رنگی رس بھوگیا شبد رہے نربان
ہر اس رس راتے نانکا کرم سچا نشان

ارتھ:- شریر روپی ایک ہی پھلدار برکھش پر (جیو اور ایشور) دو پکھشی نواس کرتے ہیں۔ یہ شریر کے اندر پرویش کرتے اور اس سے باہر جاتے نظر نہیں آتے۔ مگر یہ سچ مچ پکھشی نہیں۔ ان میں ایک یعنی جیو روپ پکھشی پہلے بہت پرکار کے بھوگوں کو بھوگتا ہے۔ مگر پیچھے (ویراگ اور بودھ ہو جانے پر) گورو شبد میں مگن رہنے سے نروان پدوی پا لیتا ہے۔ گورو نانک جی کہتے ہیں کہ یہ پھل اسے انیک جنموں کی کمائی سے ایشور کرپا ہونے پر پراپت ہوتا ہے۔

ہمارا انومان ہے کہ جس مضمون کو ہم لکھنے لگے ہیں۔ اسے ہم بہت ورش پہلے ادم پیاروں کے لئے دے چکے ہیں۔ مگر تب اس کا عنوان تھا۔ "دو سکھا"۔ چونکہ یہ اشاعت ہمیں اس وقت اپنے ریکارڈ میں دستیاب نہیں ہوئی۔ اور اس لئے بھی کہ اس کا مضمون پُر معنی اور پُر وزن ہے۔ ہم پھر سے اس کا پریچے اپنے پیارے پاٹھکوں کو دیتے ہیں۔ لیکن جان لو کہ اس کا طریقہ بیان سابقہ تحریر سے بالکل مختلف اور نیا ہی ہوگا۔ لہٰذا اسے دھیان سے سنیں اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس لئے بھی اس کے دوبارہ لکھنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ہمارے کئی بھائی ان ہی منتروں کے آدھار پر جیو برہم کا بھید سدھ کرتے ہیں۔ حالانکہ بڑے سپشٹ شبدوں میں اس کا نرنے شرُتی گوتی نے

"प्राणोह्येष यः सर्वभूतैर्विभाति" اس چوتھے منتر میں خود کیا ہے۔ پس اس کے ٹھیک سمادھان کے لئے ہم بالترتیب ان منتروں کو لیتے ہیں۔ ہمارے پاٹھک اس پر متوجہ ہوں۔

یہ جملہ چار منتر ہیں۔ جو کہ اتھرو وید کی منڈک اپنشد کے اندر سنے گئے ہیں۔ یہ منڈک اپنشد وید کا منتر بھاگ ہے جس پر جملہ پرشن اپنشد "براہمن" کہلاتا ہے۔ ان منتروں کے اندر اپورب برہم ودیا نروپن ہوئی ہے۔ اور جیو برہم کا ابھید درشانا ہی ان کا پرم پریوجن ہے۔ مگر وہاں اپدیش کی شیلی ایک النکار سے ہوئی ہے۔ کیونکہ شریر کو برکھش کے سمان اور جیو اور ایشور کو دو پکھشیوں کی طرح بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ فقط ادھیا روپ ماتر ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اس طرح سمجھنے سے آسانی رہے گی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ ہی شریر برکھش کی مانند ہے۔ اور نہ ہی جیو اور ایشور پکھشیوں کی طرح ہیں۔ چونکہ شریر کو برکھش سے اور جیو اور ایشور کو پکھشیوں سے کچھ مشابہت ہے۔ اس لئے معمولی سی سمانتا کو لیکر ایک روپک النکار سے اپدیش ہوا ہے۔ اور یہ ادھیا روپ کیول اپواد کی خاطر ہے۔ اس سے ادھک اس کا پریوجن کچھ نہیں۔ اب کرمشا (بالترتیب) ان منتروں کو ترجمے کے ساتھ سنیئے۔ چنانچہ اس کا پہلا منتر یوں پرورت ہوتا ہے۔

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते ।
तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति ॥१॥

ترجمہ:- ساتھ ہی ساتھ رہنے والے اور ایک دوسرے سے سکھا رُوپ دو پکھشی ایک ہی برکھش کا آشرہ لیتے ہوئے اکٹھے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو مدھر پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا بھوگ نہ کرکے کیول دیکھتا ہی رہتا ہے۔

تشریح -

अध्यारोपापवादाभ्यां निष्प्रपञ्चं प्रपञ्च्यते ।
शिष्याणां बोधसिद्ध्यर्थं तत्त्वज्ञैः कल्पितः क्रमः ॥

ویدانت پرکریا گرنتھوں میں "ادھیا رُوپ اور اپواد" ایک نیائے مانا جاتا ہے۔ اسے آچاریہ لوگ ادھیکاریوں کے سمجھنے بودھ کے لئے کلپنا کرتے ہیں۔ اس کے دوارا نشپرپنچ برہم (سب کلپناؤں سے اتیت برہم) وچار لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نیائے کو سامنے میں رکھ کر شرتی بھگوتی اس پہلے منتر میں ادھیا رُوپ پرکرن کو اٹھاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ شریر روپی برکھش پر جیو اور ایشور دو پکھشی رہتے ہیں۔ یہ آپس میں پرتی بمب اور بمب کی طرح ہمیشہ اکٹھے نواس کرتے ہیں اس لئے یہ دونوں سکھاؤں کے مانند بھی ہیں۔ یعنی ان کی پرسپر پریتی دو سکھاؤں کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ ادھیاتم گرنتھوں کے اندر ایشور کو "جیو سکھا" کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ مگر کیا خوبی کی بات ہے۔ کہ ایک ہی برکھش کے آشرت رہتے ہوئے اُن میں سے ایک یعنی جیو پکھشی سکھ دُکھ کرم پھلوں کو بھوگتا ہے۔ لیکن دوسرا پکھشی یعنی ایشور کچھ بھی بھوگ نہ کرتا ہوا کیول درشٹا ہی رہتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ جیو کی طرح ایشور کے کوئی شبھ اشبھ کرم نہیں۔ باقی چونکہ منتر میں "अभिचाकशीति" ایسا کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے دوسرا محض دیکھتا ہی ہے۔ اس لئے یہاں ایشور چیتن کی بجائے ساکھشی چیتن یعنی کوٹستھ آتم چیتن ہی لینا مناسب ہے۔ کیونکہ ساکھشی فقط دیکھتا ہی ہے۔ کرتا کچھ نہیں۔ اور نہ ہی ایشور کی طرح پریرنا ہی دیتا ہے۔ لیکن اگر ایشور بھی گُن دوش کا درشٹا ہونے سے پرورکار ہی ہو تو اُسے بھی گرہن کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ کچھ بھی ہو یہاں ایک پکھشی سے مراد جیو چیتن یعنی چدابھاس ہے۔ اور دوسرا ساکھشی چیتن چدآتما اتھوا ایشور یا برہم ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جیو شبھ اشبھ کرموں کے پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا ایشور سرودا اکرتا اور ابھوگتا ہونے سے درشٹا اور ساکھشی رہتا ہے۔ یوں جیو چیتن اور ساکھشی چیتن یعنی چدابھاس اور چدآتما کا گرہن اس منتر سے ہوا ہے جس کو توم پد واچیہ اور توم پد لکھشیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر جان لو کہ یہ سب ادھیارُوپ آگے کہے جانے والے اپواد کی غرض سے ہے۔ جسے شُرتی بھگوتی سوئم آخری منتر میں سپشٹ کرے گی۔ اب اس کے بعد دوسرا منتر سنئیے۔ اور وہ یہ ہے۔

"समाने वृक्षे पुरुषो निमग्नोऽनीशया शोचति मुह्यमानः ।
जुष्टं यदा पश्यत्यन्यमीशमस्य महिमानमिति वीतशोकः ॥ २"

ترجمہ:- ایک ہی برکھش پر رہنے والا جیو پکھشی اپنے دین سبھاؤ سے موہت ہو کر شوک کرتا ہے۔ مگر جس سے وہ دوسرے ایشور رُوپ پکھشی کو دیکھتا ہے۔ نیز اسکی مہماں کو بھی بخوبی پہچانتا ہے۔ تو شوک رہت ہو جاتا ہے۔

تشریح:- اس منتر میں جیو کی سبھاوک اُپادھی اوِدیا کا سنکیت کیا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ دین اور دُکھی رہتا ہے۔ ایشور جو سروگیہ اور سرب شکتی ہے اُس کے بالکل وپریت جیو الپگیہ اور الپ شکتی مانا جاتا ہے۔ اور الپ شکتی ہونے سے ہی جب اُسے اپنے میں کسی دُکھ یا کلیش کے نورت کرنے کی سمرتھا نظر نہیں آتی تو اُسے موہ ہوتا ہے۔ اور موہ کے کارن ہی پیچھے شوک ہوتا ہے۔ یوں اسمرتھا، موہ اور شوک ان تینوں کا آپس میں کاریہ کارن بھاو ہے اس طرح ایک انادی کال سے اپنی ہی سبھاوک اودیا اور اُس کے کاریہ کام اور کرم سے موہت ہوا یہ جیو پکھشی سدیو دین اور دُکھی رہتا ہے۔ نیز اننت واسناؤں سے جکڑا ہوا سنسار میں آواگون کا ہی بھاگی ہوتا ہے۔ اور چھٹکارا کبھی نہیں پاتا۔ مگر جب انیک جنموں میں انوشٹھان کئے ہوئے دھرم کرم اور اپاسناؤں سے

دو پکھشی

از قلم سنت ہری سنگھ جی ۱۱/۶ ایسٹ پٹیل نگر نئی دہلی

نانک تروَر ایک پھل دو پنکھیرو آہیں۔
آوَت جات [illegible] پنکھی ناہیں۔
بہو[illegible] [illegible]ان

ارتھ:۔ شریر رُوپی [illegible] … یہ شریر کے اندر پرویش کرتے اَور اُس سے باہر جا[illegible] … [illegible]شی پہلے بہت پرکار کے بھوگوں کو بھوگتا ہے۔ [illegible] … [illegible]پدوی پا لیتا ہے۔ گورونانک جی کہتے ہیں کہ یہ پھل ا[illegible] …

ہمارا انومان [illegible] … [illegible]ے چکے ہیں۔ مگر تب اس کا عنوان تھا۔ "دو[illegible] … [illegible]ہوئی۔ اور اس لئے بھی کہ اس کا مضمون پُرمعنی اور پُر[illegible] … لیکن جان لو کہ اس کا طریقہ بیان مبالغہ تحریر سے بالکل [illegible] … [illegible]ح مطلب سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس لئے بھی اس [illegible] … [illegible]کئی بھائی ان ہی منتروں کے آدھار پر جیو برہم کا بھید سدھ کرتے ہیں حا[illegible] … [illegible]شرتی گوتی نے "प्राणोह्येष यः सर्वभूतैर्विभाति" اس چوتھے منتر میں خود کیا ہے۔ پس اس کے ٹھیک ٹھیک سمادھان کے لئے ہم بالترتیب اِن منتروں کو لیتے ہیں۔ ہمارے پاٹھک اُس پر متوجہ ہوں۔

یہ جملہ چار منتر ہیں۔ جو کہ اتھروَ وید کی مُنڈک اُپنشد کے اندر سُنے گئے ہیں۔ یہ مُنڈک اُپنشد وید کا منتر بھاگ ہے جس پر جملہ برش اُپنشد "براہمن" کہلاتا ہے۔ ان منتروں کے اندر اُپورب برہم وِدّیا نرُوپن ہوئی ہے۔ اور جیو برہم کا ابھید درشانا ہی ان کا پرم پریوجن ہے۔ مگر وہاں اُپدیش کی شیلی ایک النکار سے ہوئی ہے۔ کیونکہ شریر کو برکھش کے سمان اور جیو اور ایشور کو دو پکھشیوں کی طرح بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ فقط ادھیا رُوپ ماتر ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اس طرح سمجھنے سے آسانی رہے گی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ ہی شریر برکھش کی مانند ہے۔ اور نہ ہی جیو اور ایشور پکھشیوں کی طرح ہیں۔ چونکہ شریر کو برکھش سے اور جیو اور ایشور کو پکھشیوں سے کچھ مشابہت ہے۔ اس لئے معمولی سی سمانتا کو لیکر ایک رُوپک النکار سے اُپدیش ہوا ہے۔ اور یہ ادھیا رُوپ کیول اپواد کی خاطر ہے۔ اس سے ادھک اس کا پریوجن کچھ نہیں۔ اب کرمشا (بالترتیب) ان منتروں کو ترجمے کے ساتھ سُنیئے۔ چنانچہ اس کا پہلا منتر یُوں پرورت ہوتا ہے۔

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते ।
तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति ॥१॥

ترجمہ :- ساتھ ہی ساتھ رہنے والے اور ایک دوسرے کے سکھا رُوپ دو پکھشی ایک ہی برکھش کا آشرہ لیتے ہوئے اکٹھے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو مدھر پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا بھوگ نہ کرکے کیول دیکھتا ہی رہتا ہے۔

تشریح -

"अध्यारोपापवादाभ्यां निष्प्रपञ्चं प्रपञ्च्यते ।
शिष्याणां बोधसिद्ध्यर्थं तत्त्वज्ञैः कल्पितः क्रमः ॥"

ویدانت پرکریا گرنتھوں میں "ادھیا رُوپ اور اپواد" ایک نیائے مانا جاتا ہے۔ اسے آچاریہ لوگ ادھیکاریوں کے سمجھنے بودھ کے لئے کلپنا کرتے ہیں۔ اس کے دوارا نشپرپنچ برہم (سب کلپناؤں سے اتیت برہم) وچار لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نیائے کو سامنے میں رکھ کر شرتی بھگوتی اس پہلے منتر میں ادھیا رُوپ پرکرن کو اٹھاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ شریر روپی برکھش پر جیو اور ایشور دو پکھشی رہتے ہیں۔ یہ آپس میں پرتی بمب اور بمب کی طرح ہمیشہ اکٹھے نواس کرتے ہیں اس لئے یہ دونوں سکھاؤں کے مانند بھی ہیں۔ یعنی ان کی پرسپر پریتی دو سکھاؤں کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ ادھیاتم گرنتھوں کے اندر ایشور کو "جیو سکھا" کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ مگر کیا خوبی کی بات ہے۔ کہ ایک ہی برکھش کے آشرت رہتے ہوئے اُن میں سے ایک یعنی جیو پکھشی سکھ دُکھ کرم پھلوں کو بھوگتا ہے۔ لیکن دوسرا پکھشی یعنی ایشور کچھ بھی بھوگ نہ کرتا ہوا کیول درشٹا ہی رہتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ جیو کی طرح ایشور کے کوئی شبھ اشبھ کرم نہیں۔ باقی چونکہ منتر میں "अभिचाकशीति" ایسا کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے دوسرا محض دیکھتا ہی ہے۔ اس لئے یہاں ایشور چیتن کی بجائے ساکھشی چیتن یعنی کوٹست آتم چیتن ہی لینا مناسب ہے۔ کیونکہ ساکھشی نقط دیکھتا ہی ہے۔ کرتا کچھ نہیں۔ اور نہ ہی ایشور کی طرح پریرنا ہی دیتا ہے۔ لیکن اگر ایشور بھی گن دوش کا درشٹا ہونے سے نروکار ہی ہو تو اُسے بھی گرہن کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ کچھ ہی ہو یہاں ایک پکھشی سے مراد جیو چیتن یعنی چیدا بھاس ہے۔ اور دوسرا ساکھشی چیتن چیدا آتما اتھوا ایشور یا برہم ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جیو شبھ اشبھ کرموں کے پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا ایشور سروادکرتا اور ابھوگتا ہونے سے درشٹا اور ساکھشی رہتا ہے۔ یوں جیو چیتن اور ساکھشی چیتن یعنی چیدا بھاس اور چیدا آتما کا گرہن اس منتر سے ہوا ہے جس کو توم پد واچیہ اور توم پد لکھش بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر جان لو کہ یہ سب ادھیا رُوپ آگے کہے جانے والے اپواد کی غرض سے ہے۔ جسے شرتی بھگوتی سوئم آخری منتر میں سپشٹ کریگی۔ اب اس کے بعد دوسرا منتر سنیئے۔ اور وہ یہ ہے۔

"समाने वृक्षे पुरुषो निमग्नोऽनीशया शोचति मुह्यमानः ।
जुष्टं यदा पश्यत्यन्यमीशमस्य महिमानमिति वीतशोकः ॥ २"

ترجمہ :- ایک ہی برکھش پر رہنے والا جیو پکھشی اپنے دین سبھاؤ سے موہت ہو کر شوک کرتا ہے۔ مگر جب سے وہ دوسرے ایشور رُوپ پکھشی کو دیکھتا ہے۔ نیز اسکی مہمان کو بھی بخوبی پہچانتا ہے۔ تو شوک رہت ہو جاتا ہے۔

تشریح :- اس منتر میں جیو کی سبھادک اَپادھی اودیا کا سنکیت کیا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ دین اور دُکھی رہتا ہے۔ ایشور جو سروگیہ اور سرب شکتی ہے اُس کے بالکل وپریت جیو الپگیہ اور الپ شکتی مانا جاتا ہے۔ اور الپ شکتی ہونے سے ہی جب اسے اپنے میں کسی دُکھ یا کلیش کے نورت کرنے کی سمرتھا نظر نہیں آتی تو اُسے موہ ہوتا ہے۔ اور موہ کے کارن ہی پیچھے شوک ہوتا ہے۔ یوں اسمرتھا موہ اور شوک ان تینوں کا آپس میں کاریہ کارن بھاو ہے اس طرح ایک انادی کال سے اپنی ہی سبھادک اودیا اور اس کے کاریہ کام اور کرم سے موہت ہوا یہ جیو پکھشی سدیو دین اور دُکھی رہتا ہے۔ نیز اننت واسناؤں سے جکڑا ہوا سنسار میں آواگون کا ہی بھاگی ہوتا ہے۔ اور چھٹکارا بھی نہیں پاتا۔ مگر جب انیک جنموں میں انوشٹھان کئے ہوئے دھرم کرم اور اپاسناؤں سے

دو پکھشی

از قلم سنت ہری سنگھ جی ۱۱/۸۱ ایسٹ پٹیل نگر نئی دہلی

نانک تروَر ایک پھَل دو پنکھیرو آہیں۔
آوَت جات نہ دسیئی نہ پر پنکھی تاہیں۔
بہو رنگی رس بھوگیا شبد رہے نربان
ہر اس رس راتے نانکا کرم سچا نشان

ارتھ :- شریر رُوپی ایک ہی پھلدار برکھش پر (جیو اور ایشور) دو پکھشی نواس کرتے ہیں۔ یہ شریر کے اندر پرویش کرتے اور اُس سے باہر جاتے نظر نہیں آتے۔ مگر یہ سچ مچ پکھشی نہیں۔ اُن میں ایک یعنی جیو رُوپ پکھشی پہلے بہت پرکار کے بھوگوں کو بھوگتا ہے۔ مگر پیچھے (ویراگ اور بودھ ہو جانے پر) گورو شبد میں مگن رہنے سے نروان پدوی پا لیتا ہے۔ گورو نانک جی کہتے ہیں کہ یہ پھل اسے انیک جنموں کی کمائی سے ایشور کرپا ہونے پر پراپت ہوتا ہے۔

ہمارا انومان ہے کہ جس مضمون کو ہم لکھنے لگے ہیں۔ اُسے ہم بہت ورش پہلے آدم پیاروں کے لئے دے چکے ہیں۔ مگر تب اس کا عنوان تھا۔ "دو سکھا" چونکہ یہ اشاعت ہمیں اس وقت اپنے ریکارڈ میں دستیاب نہیں ہوئی۔ اور اس لئے بھی کہ اس کا مضمون پُرمعنی اور پُروزن ہے۔ ہم پھر سے اس کا پریچے اپنے پیارے پاٹھکوں کو دیتے ہیں۔ لیکن جان لو کہ اس کا طریقہ بیان سابقہ تحریر سے بالکل مختلف اور نیا ہی ہوگا۔ لہذا اسے دھیان سے سُنیں اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس لئے بھی اس کے دوبارہ لکھنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ہمارے کئی بھائی ان ہی منتروں کے آدھار پر جیو برہم کا بھید سدھ کرتے ہیں حالانکہ بڑے سپشٹ شبدوں میں اس کا نرنے شرُتی گوتی نے "प्राणोह्येष यः सर्वभूतैर्विभाति" اس چوتھے منتر میں خود کیا ہے۔ پس اس کے ٹھیک سمادھان کے لئے ہم بالترتیب اِن منتروں کو لیتے ہیں۔ ہمارے پاٹھک اُس پر متوجہ ہوں۔

یہ جملہ چار منتر ہیں۔ جو کہ اتھروَ وید کی مُنڈک اُپنشد کے اندر سُنے گئے ہیں۔ یہ مُنڈک اُپنشد وید کا منتر بھاگ ہے جس پر جملہ پرشن اُپنشد "براہمن" کہلاتا ہے۔ ان منتروں کے اندر اُپورب برہم وِدیا نروپن ہوئی ہے۔ اور جیو برہم کا ابھید درشانا ہی ان کا پرم پریوجن ہے۔ مگر وہاں اُپدیش کی شیلی ایک النکار سے ہوئی ہے۔ کیونکہ شریر کو برکھش کے سمان اور جیو اور ایشور کو دو پکھشیوں کی طرح بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ فقط ادھیا رُوپ ماتر ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اس طرح سمجھنے سے آسانی رہے گی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ ہی شریر برکھش کی مانند ہے۔ اور نہ ہی جیو اور ایشور پکھشیوں کی طرح ہیں۔ چونکہ شریر کو برکھش سے اور جیو اور ایشور کو پکھشیوں سے کچھ مشابہت ہے۔ اس لئے معمولی سی سمانتا کو لیکر ایک رُوپک النکار سے اُپدیش ہوا ہے۔ اور یہ ادھیا رُوپ کیول اپواد کی خاطر ہے۔ اس سے ادھک اس کا پریوجن کچھ نہیں۔ اب کرمشا (بالترتیب) ان منتروں کو ترجمے کے ساتھ سُنیئے۔ چنانچہ اس کا پہلا منتر یُوں پرورت ہوتا ہے۔

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते ।
तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति" १॥

ترجمہ :۔ ساتھ ہی ساتھ رہنے والے اور ایک دوسرے کے سکھا روپ دو پکھشی ایک ہی برکھش کا آشرہ لیتے ہوئے اکٹھے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو مدھر پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا بھوگ نہ کر کے کیول دیکھتا ہی رہتا ہے۔

تشریح -
अध्यारोपापवादाभ्यां निष्प्रपञ्चं प्रपञ्च्यते ।
शिष्याणां बोधसिद्ध्यर्थं तत्त्वज्ञैः कल्पितः क्रमः" ॥

ویدانت پرکریا گرنتھوں میں "ادھیا روپ اور اپواد" ایک "نیائے" مانا جاتا ہے۔ اسے آچاریہ لوگ ادھیکاریوں کے سکھین بودھ کے لئے کلپنا کرتے ہیں۔ اس کے دوارا نشپرپنچ برہم (سب کلپناؤں سے اتیت برہم) وچار لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نیائے کو سامنے ہی رکھ کر شرتی بھگوتی اس پہلے منتر میں ادھیا روپ پرکرن کو اٹھاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ شریر روپی برکھش پر جیو اور ایشور دو پکھشی رہتے ہیں۔ یہ آپس میں پرتی بمب اور بمب کی طرح ہمیشہ اکٹھے نواس کرتے ہیں اس لئے یہ دونوں سکھاؤں کے مانند بھی ہیں۔ یعنی ان کی پرسپر پریتی دو سکھاؤں کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ ادھیاتم گرنتھوں کے اندر ایشور کو "جیو سکھا" کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ مگر کیا خوبی کی بات ہے۔ کہ ایک ہی برکھش کے آشرت رہتے ہوئے اُن میں سے ایک یعنی جیو پکھشی سکھ دکھ کرم پھلوں کو بھوگتا ہے۔ لیکن دوسرا پکھشی یعنی ایشور کچھ بھی بھوگ نہ کرتا ہوا کیول درشٹا ہی رہتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ جیو کی طرح ایشور کے کوئی شبھ اشبھ کرم نہیں۔ باقی چونکہ منتر میں "अभिचाकशीति" ایسا کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے دوسرا محض دیکھتا ہی ہے۔ اس لئے یہاں ایشور چیتن کی بجائے ساکھشی چیتن یعنی کوٹستھ آتم چیتن ہی لینا مناسب ہے۔ کیونکہ ساکھشی فقط دیکھتا ہی ہے۔ کرتا کچھ نہیں۔ اور نہ ہی ایشور کی طرح پریرنا ہی دیتا ہے۔ لیکن اگر ایشور بھی گن دوش کا درشٹا ہونے سے نروکار ہی ہو تو اُسے بھی گرہن کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ کچھ ہی ہو یہاں ایک پکھشی سے مراد جیو چیتن یعنی چدابھاس ہے۔ اور دوسرا ساکھشی چیتن چدآتما اکھوا ایشور یا برہم ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جیو شبھ اشبھ کرموں کے پھلوں کو بھوگتا ہے۔ مگر دوسرا ایشور سرودا اکرتا اور ابھوگتا ہونے سے درشٹا اور ساکھشی رہتا ہے۔ یوں جیو چیتن اور ساکھشی چیتن یعنی چدابھاس اور چدآتما کا گرہن اس منتر سے ہوا ہے جس کو توم پد واچیہ اور توم پد لکھش بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر جان لو کہ یہ سب ادھیا روپ آگے کہے جانے والے اپواد کی غرض سے ہے۔ جسے شرتی بھگوتی سوئم آخری منتر میں سپشٹ کریگی۔ اب اس کے بعد دوسرا منتر سنیئے۔ اور وہ یہ ہے۔

"समाने वृक्षे पुरुषो निमग्नोऽनीशया शोचति मुह्यमानः ।
जुष्टं यदा पश्यत्यन्यमीशमस्य महिमानमिति वीतशोकः" ॥ २"

ترجمہ :۔ ایک ہی برکھش پر رہنے والا جیو پکھشی اپنے دین سبھاؤ سے موہت ہو کر شوک کرتا ہے۔ مگر جب سے وہ دوسرے ایشور روپ پکھشی کو دیکھتا ہے۔ نیز اسکی مہمان کو بھی بخوبی پہچانتا ہے۔ تو شوک رہت ہو جاتا ہے۔

تشریح :۔ اس منتر میں جیو کی سبھاؤک اُپادھی اودیا کا سنکیت کیا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ دین اور دکھی رہتا ہے۔ ایشور جو سروگیہ اور سرب شکتی ہے اُس کے بالکل وپریت جیو الپگیہ اور الپ شکتی مانا جاتا ہے۔ اور الپ شکتی ہونے سے ہی جب اُسے اپنے میں کسی دکھ یا کلیش کے نورت کرنے کی سمرتھا نظر نہیں آتی تو اُسے موہ ہوتا ہے۔ اور موہ کے کارن ہی پیچھے شوک ہوتا ہے۔ یوں اسمرتھتا موہ اور شوک ان تینوں کا آپس میں کاریہ کارن بھاؤ ہے اس طرح ایک انادی کال سے اپنی ہی سبھاؤک اودیا اور اُس کے کاریہ کام اور کرم سے موہت ہوا یہ جیو پکھشی سدیو دین اور دکھی رہتا ہے۔ نیز اننت واسناؤں سے جکڑا ہوا سنسار میں آواگون کا ہی بھاگی ہوتا ہے۔ اور چھٹکارا نہیں پاتا۔ مگر جب انیک جنموں میں انوشٹھان کئے ہوئے دھرم کرم اور اپاسناؤں سے

چت کے شدھ ہو جانے پر گروؤں کے اُپدیش دوارہ وہ اس دوسرے پکھشی (ایشور) کو جو بڑے بڑے سنتوں بھگتوں نیز گیان وانوں سے سمے سمے پر سیون کیا گیا ہے۔ دیکھتا ہے اور اس کی اس مہماں کو بھی "کہ کیوں کر یہ ہر اوستھا میں جوں کا توں رہتا ہے" انوبھو کرتا ہے۔ تو شوک سے رہت ہو جاتا ہے۔ اور یہی تھا اس ادھیا رُوپ پرکرن سے مطلوب

اب اگلے منتر میں اسی بات کو اور بھی سپشٹ کر کے شرتی بھگوتی کہتی ہے۔

"यदा पश्यः पश्यते रुक्मवर्णं कर्तारमीशं पुरुषंब्रह्मयोनिम ।

तदा विद्वान्पुण्यपापे विधूय निरञ्जनः परमं साम्यमुपैति " "३"

ترجمہ:۔ جس سمے سویم جیوتی سبھاؤ سب کے کرتا ایشور پرش کو یہ جیو رُوپ پکھشی دیکھتا ہے تب وہ ودوان ہوتا ہے اور پاپ اور پنیہ دونو کو چھوڑ کر پرم سمتا کو پراپت ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔ اس تیسرے منتر میں ودیا اور اس کے پھل میں ہونے والی گیان اور سناس نشٹھا رُوپ پرم سمتا کا اشارہ دیا گیا ہے اور یہ ٹھیک ہے کہ ودیا اوستھا میں ایسی گیانی مہا پرش کو پُنیہ اور پاپ کرموں کا لیپ نہیں ہوتا۔ پھر بھگونت کے ساتھ اس کی سمتا بھی اُوکک ہے۔ کیوں کہ دویت بھاؤ کھوئے کر جو سمتا ہوا کرتی ہے۔ وہ اس کی اپیکھشا بہت اُتکرشٹ یعنی اُدتم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تب یہ گیان وان برہم کے ساتھ برہم رُوپ ہی ہوتا ہے۔ "ब्रह्मैवासन ब्रह्माप्येति" یہ شرتی بھی ہے۔ کہ وہ برہم رُوپ ہُوا ہُوا برہم ہی ہوتا ہے۔ اور پھر وہ کسی حالت میں بھی برہم سے الگ شمار نہیں کیا جاتا۔ "برہمے برہم ملیا کوئے نہ ساکے بھن کر بلرام جیو" ایسی گرو اُکتی بھی ہے اور یہ ہی آخری حالت ہے کہ تب یہ سرب دُکھوں کی نورتی پُوروک پرم آنند برہم رُوپ سے اوستھان کرتا ہے اور یہ ہی تھا وکھیت۔

پس اگر جیو اور ایشور کا ویوہارک بھید ہے۔ تو اُن کا پارمارتھک سدا ابھید ہی ہے۔ یوں جیو برہم کا ابھید ہی اس منتر سے درشایا گیا ہے۔ ایسے ہی پرتیت ہوتا ہے۔

اب چوتھے اور آخری منتر سے پُورب اُوکت ادھیا رُوپ پرکرن کا اپواد کرتی ہوئی شرتی بھگوتی سب بات کو سونم ہی سپشٹ کرتی ہے۔ اور برہم ودیا کے آتم کریڑا آدی پھلوں کو بھی درشاتی ہے۔

प्राणो ह्येष यः सर्वभूतै र्विभाति विजानन विद्वान् भवते नातिवादी ।

आत्मक्रीड आत्मरतिः क्रियावानेष ब्रह्मविदां वरिष्ठः " "४"

ترجمہ:۔ یہ پران پرماتما ہی ہے جو تمام بھوتوں کے سروپ میں بھاستا ہے۔ چنانچہ ایسا جان کر ودوان اتی وادی نہیں ہوتا وہ آتم کریڑا آتم رتی اور کریاوان ہوتا ہے۔ ایسا پرش برہم ودیاوں میں سرب سریشٹھ مانا جاتا ہے۔

تشریح:۔ "प्राणस्य प्राणः" اس بر ہادارنیک شرتی کے مطابق یہاں پرکرن میں "پران" پد سے پران کا پران پرماتما ہی لیا جاوے گا۔ استھول پران وایو نہیں۔ کیوں کہ یہ پران کا پرکرن نہیں۔ یوں شرتی بھگوتی کہتی ہے۔ کہ یہ پرماتما ہی ہے جو ان سب پرانیوں کے رُوپ میں پرکاش مان ہو رہا ہے۔ پس کہو کہ الگ جیو پکھشی کہاں ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ شرتی بھگوتی نے شروع میں شریر رُوپی برکھش پر جو جیو اور ایشور دو پکھشی بتائے تھے۔ وہ ادھیا رُوپ ماتر تھا جس کا اس آخری منتر میں اپواد ہوا ہے۔ بلکہ جان لو کہ بجز اس منتر کے ٹھیک نرنے ہی اسمبھو تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے کئی بھائی اُپنشد کے اس آخری منتر تک نہیں پہنچے اور پہلے تینو منتروں کے آدھار پر ہی پکھشیوں کے درشٹانت سے جیو برہم کا بھید سدھ کرتے ہیں۔ یہ سراسر اُن کی بھول ہے انہیں چاہیئے۔ کہ سانگ اُپانگ سارے پرکرن کا مطالعہ کریں۔ اور بعد اپنا ٹھیک ٹھیک فیصلہ دیویں۔ کہ ان منتروں سے دویت کی سدھی ہوتی ہے۔ کہ ادویت کی۔ ہمارے درشٹی کون سے یہاں شرتی بھگوتی نے ادویت سدھانت کا ہی پریچے دیا ہے۔ اور جیو برہم

کے بھید کی پرتیتی صرف نام ماتر ہے۔ جیسے پرتی بمب اور بمب یعنی عکس اور شخص محض کہنے کو ہی دو مانے جاتے ہیں۔ مگر واستو میں صرف ایک بمب ہی ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح حقیقت میں ایک پرماتما ہی موجود ہے جیو کی الگ ستا تین کال میں نہیں چنانچہ یہی بات یہ چوتھا منتر آشکار اپکارتا ہے۔ کہ یہ پران پرماتما ہی ہے۔ جو تمام بھوت پرانیوں کے روپ میں بھاستا ہے پس ادویت ہی تتو ہے۔ اور دویت متھیا ہے۔ اور اس بات کی تصدیق پھر منتر بھی سوئم کرتا ہے۔ کہ ایسا جان کر وِدوان اتی وادی نہیں ہوتا یا یوں کہو کہ دویت تب تک سدھ ہے۔ جب تک جانتا نہیں لیکن جب ہی جانتا ہے تب دویت نہیں رہتا۔

"ज्ञाते द्वैतं न विद्यते" ایسی مانڈوکیہ کاریکا بھی کہتی ہے۔ اس لئے نشچے کرو کہ دویت کیول وِہارک ہے۔ پرمارتھ سے کیول ادویت ستا ہی اپنے آپ میں استھت ہے۔

باقی "اتی وادی" شبد کے یہ معنی ہیں کہ ایسا جان کر وِدوان تب "پرماتما سے اتی رکت بھی کچھ وستو موجود ہے" ایسا کہنے والا ہرگز نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی درشٹی میں سوائے پرماتم تتو کے کچھ بھی ست نشچے نہیں ہوتا۔ شخص پرماتما ہی ایک ست وستو نشچے ہوتا ہے۔ پرماتما سے اتی رکت سب متھیا مایا ماتر اور سوپن تُل ہی ہوتا ہے۔ یہ ہی اس کا وشواش اور ایسی ہی اس کی امرت درشٹی ہوتی ہے۔ اور یہ ہی ویدانتوں میں آتم گیان کا پھل مانا گیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ آتم گیانی پرش آتم کریڑ اور آتم رتی ہوتا ہے ارتھات ایک آتما سے ہی اس کی کریڑا یعنی چیشٹھا اور اسی میں اس کی رتی یعنی پریتی ہوتی ہے۔ کسی بھی باہیہ اناتم وستو میں رمن یا آسکتی نہیں رہتی۔ ایسی حالت میں اس کی تمام کریائیں بھی گیان دھیان اور ویراگ پُوربک ہی ہوتی ہیں۔

بعض "کریاوان" شبد کا ارتھ یوں کرتے ہیں کہ ایسا آتم کریڑ اور آتم رتی پرش "परोपकाराय सतां विभूतयाः" اس بردھ اُکتی کے انوسار لوک اُپکار اور لوک سنگرہ کے لئے بڑی بڑی اُپدیش آدی کریاؤں میں پرورت ہوتا ہے۔ جیسے کہ ویاس وششٹ اور شنکر آدی کی مثالیں ملتی ہیں۔ تو اس طرح کے معنی بھی اگر لئے جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ شرتی بھگوتی خود اُن کی ثنا میں کہتی ہے۔ کہ ایسا وِدوان برہم وِتیاؤں میں سب سے اُتم اور سب سے سرشیشٹ ہی جاننا چاہیئے۔

یوں ان چاروں وید کے منتروں سے جیو برہم کا ابھید ہی ورنن ہوا سمجھنا چاہیئے۔ اور کبھی بھی بھید وادیوں کے دُشٹ سنسرگ سے وِچلت ہو کر وید کے اس اپوروب اور الوکک سدھانت سے گمراہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ وید کا یہی اہم ڈم ڈم (ڈھنڈورا) ہے۔ جیسے شرتی بھگوتی دیا کر کے پرانیوں کے ہت اور کلیان کے لئے گرجنا کرتی ہے۔ اور بس اتنا ہی ہم اس سے مضمون ہذا کی نسبت کافی سمجھتے ہیں۔　　اوم تتسم یشری پرماتمنے نمہ۔

آواگون یعنی مسئلہ تناسخ

(از قلم دیوان پنڈی داس جی چوپڑہ بی۔ اے نئی دہلی)

اگرچہ پُرانے زمانہ میں رومن لوگ تناسخ کے قائل رہے ہیں۔ تاہم موجودہ مذاہب میں یہ خاص عقیدہ ہندو دھرم کی ہی مخصوص امتیازی شان ہے۔ یہ تو موجودہ سائنس کو منظور ہے۔ کہ کائنات کا ہر ذرہ ہر لمحہ موت اور زندگی کے لامتناہی چکر سے گذر رہا ہے۔ اور یہ تمام سلسلہ کائنات درحقیقت ایک چکری ہے۔ جو علت و معلول کے لامتناہی سلسلہ پر مبنی ہے۔ ہر وقت علت و معلول کی شکل میں نمایاں ہو رہا ہے۔ اور پھر یہی علت اُسی معلول کی شکل اختیار کرتا ہے۔ مزید براں اگر موجودہ مغربی (NEWTHOUGHT) یعنی کتب متعلقہ نئی روشنی کا مطالعہ کیا جاوے تو اس وقت تقریباً" ہر اہل خیال موت کے حیات اور پھر حیات کے بعد موت کا لامتناہی چکر کا قائل پایا جاتا ہے۔ دراصل فطرتاً انسانی عقل یہ باور نہیں کرتی ہے۔ کہ انسان صفحہ ہستی پر چار روزہ زندگی کے بعد ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاتا ہے۔ یا تاقیامت سوتا رہتا ہے۔ اور پھر اس کو ایک دن اس چند روزہ زندگی کے اعمال کی پاداش میں کبھی دوزخ یا بہشت میں ہمیشہ کے لئے ڈال دیا جاتا ہے علاوہ ازیں اگر مختلف مذاہب کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جاوے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ کسی مذہب نے ضروری و اہم عقیدہ کے طور پر تناسخ کی تلقین نہیں کی ہے۔ تاہم مقصود زندگی کی تلاش میں ان مذاہب کے بانیوں کے دماغوں کو دبی زبان میں یہ عقیدہ تسلیم کرنا ہی پڑا ہے۔ یہ خُوبی صرف ہندو دھرم میں ہی پائی جاتی ہے کہ یہ دھرم ہر ضروری مسئلہ و عقیدہ کو مکمل صُورت میں پیش کرتا ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ سلسلہ آواگون یا تناسخ ارواح بھی ہندو دھرم کی تعلیم کا ہی مخصوص و امتیازی پہلو ہے۔

شوتیا شوتر اُپنشد میں آیا ہے۔" اس وسیع برہم چکر میں جو کہ تمام جیووں کا منبع و سہارا ہے۔ یہ ہنس (جیو یعنی فرد داحد) جب تک کہ یہ اپنی ذات (آتما) اور ایشور کی ذات (پرماتما یا رُوح کُل) کو علیحدہ علیحدہ خیال کرتا ہے بھرمتا رہتا ہے۔ لیکن جب یہ اس ذات باری کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ تب اِسے اس سنسار چکر سے نجات حاصل ہوتی ہے۔" اس ایک ہی منتر میں سلسلہ آواگون کی وجہ اور اس سلسلہ کا منتہائے مقصود دونوں مل جاتے ہیں۔ انسان اُس وقت تک سنسار چکر میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ جب تک کہ اُسے حقیقی سروپ کا گیان نہیں ہوتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ذات باری سے علیحدہ تصوّر کرتا ہے لیکن جب اُسے یقین ہو جاتا ہے۔ کہ ایک ہی رُوح ذرّہ ذرّہ کائنات میں جلوہ افگن ہے۔ بلکہ حقیقی معنوں میں ہست صرف وہی ہے اور باقی سب موہوم ہیں اُس وقت وہ خُود لافانی ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جس طرح آگ میں سے نکلنے والی چنگاریاں دراصل آگ ہی ہوتی ہیں۔ آگ سے علیحدہ نہیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے ہر ذی حیات میں جو اصول حیات ہے۔ وہ وہی ذات واحد ہے اور عین جس طرح سے کہ ایک بیج کی ہستی اور نشوونما کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ انجام کار پھر اُس درخت کی شکل اختیار کرے جس سے کہ وہ پیدا ہوا تھا۔ عین اُسی طرح سے ہر جیو کی ہستی کی آخری منزل یہی ہے کہ وہ رُوحانی

نشو و نما سے عالمگیر رُوح کے ساتھ ایک ہو جاوے۔ جس سے کہ اُس کی پیدائش ہوئی تھی۔ پس اس سنسار چکرّ کی ہستی کا مطلب و مقصد بھی صرف یہی ہے۔ کہ اس فانی عالم اسباب کے تجربہ سے جیو کو خود شناسی حاصل ہووے یعنی اپنی لافانی ذات حقیقی میں اُسے قیام حاصل ہووے۔

شریمد بھگوت گیتا میں آتا ہے۔ "جس طرح کہ ایک آدمی پُرانے کپڑے پھینک دیتا ہے۔ اور اُن کی جگہ نئے کپڑے پہن لیتا ہے۔ اسی طرح سے یہ پُرش پُرانے جسموں کو تیاگ کر نئے شریر دھارن کر لیتا ہے۔" اسی طرح سے کٹھ اُپنشد میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ "اس آتما کو رتھ کا مالک سمجھو۔ جسم کو رتھ جانو۔ عقل کو سارتھی یعنی رتھ چلانے والا خیال کرو۔ اور من کو باگ جانو۔ اندریوں کو گھوڑے اور ان اندریوں کے وشیوں کو ان کا میدان یعنی دائرہ عمل تصوّر کرو۔ یہ آتما من اور اندریوں کے تعلق سے بھوگتا ہے ایسا گیانی لوگ کہتے ہیں۔ جو شخص اگیانی (جاہل) ہے۔ اس کا من وش میں نہیں ہے۔ اُسے اندریوں پر اختیار نہیں ہے۔ جو کہ رتھ بان کے شریر گھوڑوں کی طرح ہیں۔ جو گیانی ہے۔ وہ من کی باگ ڈور کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے اور اُس کا من اصیل گھوڑے کی طرح قابو میں ہے جو جاہل ہے۔ بدھی رہتا ہے۔ اپوتر ہے۔ اُسے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اُسے پھر سنسار چکرّ میں آنا پڑتا ہے۔

بُدھ دھرم جین مت سکھ دھرم (جو کہ ہندو دھرم کی ہی شاخیں ہیں) کی تعلیم میں تو بے شمار حوالجات اس عقیدہ کے متعلق ملتے ہیں۔ اور اسلام اور مسیح مت کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ایسا تو معلوم نہیں ہوتا ہے۔ کہ یہ مت تناسخ کے عقیدہ کی واضح الفاظ میں تائید کرتے ہیں تاہم اسلام اور مسیحی مت نے واضح الفاظ میں اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ پیغمبر ایلیاہ ہی پھر بپتسمہ دینے والے یوحنا کی شکل میں دُنیا میں آیا۔ "قرآن شریف کا فرمان ہے۔" "اے انسان! تو نے مشکلات اور مصائب میں سے گذر کر ایک ایک منزل عبور کر کے اور زندگی کی ایک سطح کے بعد مسلسل دوسری سطح سے گذر کر واپس اپنے خُدا کی طرف جانا ہے۔ جو کہ تیرا اپنا آپ ہے۔ بھگوان کرشن اسی طرح سے گیتا میں فرماتے ہیں۔ کہ گیان کی آخری منزل تک پہنچنے کے لیئے انسان کو کئی جنموں میں سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔ انجام کار اُسے آخری مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ مجھ سے واصل ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی ایسی آئیتیں موجود ہیں جن کے یہ معنی لیئے جا سکتے ہیں۔ کہ انسان مسلسل طور پر حیات اور موت کے چکرّ سے گذرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے: "وہ مخلوق پیدا کرتا ہے۔ یعنی پھر اُسے عالم ہستی میں لاتا ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں سے جو کہ اللہ تعالےٰ کے کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ انصاف کر سکے۔ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے۔ "جیسے کہ ہم نے پہلے سلسلہ کائنات پیدا کیا اُسی طرح سے ہم اُسے پھر پیدا کرتے ہیں وہ تمہیں تمہاری ماں کے رحم میں پیدا کرتا ہے۔ اور بار بار کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے "میں نے تمہیں خاک سے پیدا کیا اور پھر خاک میں ملا دوں گا۔ اور پھر خاک سے دوبارہ زندہ کر دُونگا اور اسی طرح سے اسی سلسلہ کے انجام تک کرتا رہوں گا۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے "تم موت سے واصل ہوئے۔ اور ہم نے تمہیں پھر ہست کیا تاکہ تجھے شکر بجا لانے کا موقعہ ملے۔ پھر آتا ہے۔ "اُس نے ہماری موت کے بعد پھر ہمیں زندہ کیا۔ اُس نے ہمیں پہلے بھی زندہ کیا۔ اور پھر بھی وہ ہمیں زندہ کر سکتا ہے۔ وہ زندوں کو مارتا اور مُردوں کو زندہ کرتا ہے تم کس طرح سے اُس خدا سے انکار کر سکتے ہو۔ جس نے کہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا۔ جبکہ تم مر چکے تھے اور جو کہ پھر تمہیں مارے گا۔ اور پھر زندہ کرے گا۔ جب تک کہ تم انجام کار اُس ذات باری کی طرف مراجعت نہ کرو۔"

علامہ دہر مولانا رومی کی مثنوی میں سے مندرجہ ذیل اقتباس اِس طور پر مسئلہ تناسخ کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ۔ ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
از جمادی مُردم و نامی شدم ۔ وز نما مردم بہ حیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم ۔ پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم
حملۂ دیگر بہ میرم از بشر ۔ تا بر آرم از ملائک بال و پر
پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں ۔ گویدم "انا الیہ راجعون"
بار دیگر از ملک پراں شوم ۔ آنچہ اندر وہم نایدآں شوم

ترجمہ:- مَیں گھاس کی طرح سے بارہا اُگا ہوں اور میں ۷۷۰ اجسام میں سے گذر چکا ہوں۔ میں معدنی شکل میں سے گذر کر نباتاتی شکل میں آیا۔ نباتاتی شکل میں مرکر حیوانی شکل میں زندہ ہوا۔ اور پھر حیوانی صورت کو خیرباد کہہ کر انسانی قالب میں آیا۔ پس مَیں کیوں ڈروں کہ اگر اب میں مرجاؤں گا تو صفحۂ ہستی سے مٹ جاؤں گا۔ میرا یقین ہے کہ اس جسم خاکی کو خیرباد کہہ کر اگلی منزل پر میں لہراتی ہوئی زلفوں والا اور نورانی پروں والا فرشتہ بن جاؤں گا۔ اور جب میں انجام کار اس نورانی عالم کو بھی خیرباد کہوں گا۔ تو یقین ہے کہ مجھے اس ذاتِ عالیہ میں قیام حاصل ہوگا۔ جو کہ ہمارے تخیل سے بھی بالاتر ہے کیوں کہ ہر شے کو فنا ہے۔ سوائے اس ذات کے جو کہ مسبب الاسباب ہے۔ اور آخری علت ہے وہ ہی ہماری اصلی ذات ہے۔ باقی سب نیست ہے۔
اسی طرح سے پھر مثنوی میں آیا ہے۔

آمدہ اوّل بہ اقلیم جماد ۔ از جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد ۔ وز جمادی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد ۔ نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت ۔ تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
عقلہائے اولینش یاد نیست ۔ ہم ازیں عقلش تبدل کردنیست
تا رہد زیں عقل پُر حرص و طلب ۔ صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش ۔ کے گذارندش دراں نسیان خویش
باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند ۔ تا کند بر حالتِ خود ریش خند

ترجمہ:- پہلے وہ معدنیات میں آیا۔ اور معدنی حالت سے نباتاتی شکل میں آیا۔ اس نباتاتی شکل میں عمریں گذار دیں۔ یہاں اسے عالم معدنیات کی کوئی یاد نہ رہی پھر جب وہ حیوانی شکل میں نمودار ہوا تو نباتاتی سطح زندگی کی یاد محو ہوگئی۔ اسی طرح سے ہر سطح زندگی سے آگے بڑھتا ہوا اب وہ عقلمند۔ دانش مند اور مضبوط انسان ہے۔ اپنی پہلی تمام منزلوں کو فراموش کر چکا ہے۔ اور اب اسی طرح سے اس نے اس منزل سے بھی آگے جانا ہے۔ کیوں کہ یہ منزل حرص و ہوا۔ حسد و عناد اور ذلیل مقاصد سے بھرپور ہے۔ جب وہ اس منزل سے آگے بڑھے گا۔ تو علم معجزہ اور اسرار معرفت کے دروازے اُس پر کھل جائیں گے۔ اس کی ہستی کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا۔ اسے پھر خواب کی حالت سے حالت بیداری میں لایا جاوے گا۔ جب تک کہ اُسے اپنی ذات کے کشف سے ذاتِ حق کا وصال نہیں ہوتا ہے۔

پورانوں میں اور موجودہ زمانہ کی سائنس میں بھی سلسلۂ حیات کا اسی طرح سے ذکر آتا ہے۔ پورانوں کی تعلیم کے مطابق ذی

رُوح اشیائے کے چار درجات ہیں۔ معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان۔ بھاگوت پُوران میں آتا ہے۔" پرماتمانے اپنی رہائش کے لئے کئی مکان بنائے۔ معدنیات۔ نباتات۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ مچھلیاں۔ رینگنے والے جانور۔ پرندے اور دودھ پلانے والے جانور لیکن وہ کسی سے بھی مطمئن نہ ہوا۔ آخر وہ انسانی قالب میں جلوہ افگن ہوا۔ جہاں کہ اُس نے اپنی عظیم الشان ذات کا جلال دیکھا۔ اپنی لامتناہی عظمت دیکھی۔ اور اپنی عالمگیر سروویاپک اناوی اور اننت ذات کا مشاہدہ کیا۔ اور تب یہ صانع حقیقی یہ سب کچھ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

حدیث میں آیا ہے۔ کہ خُدا نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ خُدا نے اس سلسلہ کائنات کو دیکھا۔ جو اُس نے پیدا کیا۔ اور بہت خوش ہوا۔ یہودیوں کے متبرک صحیفہ قبالہ میں آتا ہے۔" پتھر پودہ کی شکل میں آتا ہے۔ پودہ حیوان کی شکل میں اور حیوان انسان کی شکل اختیار کرتا ہے انسان رُوح کی شکل میں اور رُوح خُدا کی شکل میں انجام پاتا ہے۔ پھر یہودی زوہر میں آیا ہے۔" جملہ ارواح آواگون کے سلسلہ کے ماتحت ہیں کسی انسان کو معلوم نہیں ہے کہ کتنی دفعہ آسے قید حیات میں آتا ہے۔ اور کس کی شکل میں جنم لیتا ہے۔ ہر رُوح کے لئے آخری منزل یہی ہے۔ کہ وہ اُس ذات میں (جس سے کہ اس کا جنم ہُوا ہے) پھر انجام کار ایک ہو جاوے۔ لیکن اس وحدت اور وصال کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ہر پہلو میں کاملیت حاصل کرے۔ اور ہر کاملیت کا بیج اس کی ذات میں مخفی و موجود ہے۔ اور اگر اُسے یہ درجۂ کمال ایک ہی جنم میں حاصل نہیں ہو جاتا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ اور قالبوں میں مسلسل طور پر پیدا ہووے۔ جب تک کہ اُسے وہ کیفیت حاصل نہ ہووے۔ جو کہ اُسے وصالِ باری کا مستحق بناتی ہے۔

پارسیوں کی کتاب مقدس ژند اوستھا میں آیا ہے۔" ہر جنم میں ربّ قدوس ہر انسان کو جو کہ نیک اعمال سے اُسکے فضل کا طلبگار ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ خود شناسی اور خود ضبطی عنایت فرماتا ہے۔ لیکن جو نیک اعمال نہیں کرتا ہے۔ اور بد اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ اُسے ہر جنم میں بدتر حالات میں ڈالتا ہے۔

گیان آشٹک

از قلم منشی سُورج نرائن مہر

بنے دھیان میں جس کے دھیانی ہیں مجنوں
پڑھا جس کا جوگی جتی نے ہے افسوں
کرم جس کے ملنے کو کرتا ہے کرمی
مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی
جسے یگیہ اور دان سے ڈھونڈتے ہیں
جسے ودیارتھا دھیان سے ڈھونڈتے ہیں
نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا
ہر ایک شکل جس کی ہر اک نام جس کا
جسے سُن کے انسان کہتا نہیں ہے
جسے پا کے دُکھ کوئی سہتا نہیں ہے
زمین و مکاں میں ہوا جو نمایاں
غرض جس سے ممکن ہے نیرنگِ امکاں
کسی شے کی ہستی نہیں جس سے باہر
جو بے شِل آنند کا ہے سمندر
جسے مہتر موجود مانا ہے سب نے
جسے غیر محدود مانا ہے سب نے

ہوئے گیان میں جس کے گیانی ہیں مفتوں
وہی آتما سچدانند میں ہوں
دھرم جس کے پانے کو کرتا ہے دھرمی
وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے تپ سے اور گیان سے ڈھونڈتے ہیں
وہی آتما سچدانند میں ہوں
جہاں دیکھئے جلوۂ عام جس کا
وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے دیکھ کر ہوش رہتا نہیں ہے
وہی آتما سچدانند میں ہوں
عمل ہیں ہُوا بن کے علت جو پنہاں
وہی آتما سچدانند میں ہوں
ہر اک نور جس نور سے ہے منوّر
وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے
وہی آتما سچدانند میں ہوں

اجل

حضرت نظیر

کیا کہیں عالم میں ہم انسان یا حیوان تھے ۔۔ خاک تھے کیا تھے غرض اک آن کے مہمان تھے

ایک دن اک استخواں پر جا پڑا میرا جو پاؤں ۔۔ کیا کہیں اس وقت میرے دل میں کیا کیا دھیان تھے

پاؤں پڑتے ہی غرض اس استخواں نے آہ کی ۔۔ اور کہا ظالم کبھی ہم بھی تو صاحب جان تھے

دست و پا زانو سر و گردن شکم پشت و کمر ۔۔ دیکھنے کو آنکھ اور سننے کی خاطر کان تھے

ابرو و بینی جبین نقش و نگار و خال و خط ۔۔ لعل و مروارید سے بہتر لب و دندان تھے

رات کے سونے کو کیا کیا نرم و نازک تھے پلنگ ۔۔ دن کی خاطر بیٹھنے کو تخت اور ایوان تھے

لگ رہا تھا دل کہیں چنچل پری زادوں کے ساتھ ۔۔ کچھ کسی سے عہد تھے اور کچھ کہیں پیمان تھے

گلبدن اور گلعذاروں سے کنار و بوس تھا ۔۔ کچھ نکالی تھی ہوس کچھ اور بھی ارمان تھے

ہو رہے تھے چہچہے اور مچ رہے تھے قہقہے ۔۔ ساقی و ساغر صراحی عطر پھول و پان تھے

ایک ہی جھٹکا اجل نے آن کر ایسا دیا ۔۔ پھر نہ تو ہم تھے نہ وہ سب عیش کے سامان تھے

ایسی بےرحمی سے مت رکھ پاؤں ہم پر اے نظیر ۔۔ او میاں ہم بھی کبھی تیری طرح انسان تھے

فرشتہ سیرت گورو نانک

(شری ہری چند خوشدل ایم۔ اے۔ بی ٹی)

گیتا میں بھگوان کرشن نے ارجن کو کوروکشیتر کی دھرم بھومی پر اُپدیش کرتے ہوئے زبان مبارک سے یوں گوہر افشانی کی۔ "جب جب دھرم کا ناش ہونے لگتا ہے تب تب میں دھرم کو بحال کرنے کے لئے اوتار لیتا ہوں۔ بھگت جنوں کی رکھشا اور دُشٹوں کو ختم کرنے کے لئے میرا جنم ہوتا ہے" اسی خیال کے مدِنظر میرا یہ پختہ یقین ہے کہ ہر دور میں جب بھی لوگ قسم قسم کی بُرائیوں کے چکر میں بُری طرح پھنس جاتے ہیں تب قادرِ مطلق اپنی قدرتِ کاملہ سے کسی ایسے مہاپرش کو یہاں بھیجتا ہے جو گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لے آتا ہے۔

سنہ ۱۴۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک کا دَور ہندوستان کے ہندوؤں کے لئے ایک کڑی آزمائش کا دور تھا۔ اُن کی جان شان اور دھرم تینوں پر باہر سے آنیوالے حملہ آوروں کی نگاہیں تھیں۔ مسلمان حکمران رعایا کی پرواہ نہ کرکے اپنی موج عیش و عشرت میں مستغرق تھے وہ حاکم تھے اور ہندو بچارے ایک ادنےٰ سی رعایا۔ اُن کا کوئی شریکِ غم نہ تھا۔ کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ یعنی کہ ؏

ہمارے پاس سے گذرے تو منہ پھیرے ہوئے گذرے۔ اب اُن سے بھی ہماری بے لبسی دیکھی نہیں جاتی

۱۵۲۶ء میں بابر نے ہند پر چڑھائی کی۔ ظلم و تشدد کا دَور دورہ تھا۔ ایسی حالت میں ہندوؤں کی امداد کو سرد شکیماں نے گورو نانک کو بھیجا۔ سچ ہے ؏ ناخدا جن کا نہو اُن کا خُدا ہوتا ہے۔

دُکھی لوگوں کی فریاد سب سے بڑی سرکار میں پہنچی۔ رحمت باری جوش میں آئی۔ ؏

زباں جن کی نہیں ہوتی وہ رکھتے ہیں زباں خوشدلؔ۔ فلک تک پہنچ جاتی ہیں مری آہیں دھواں ہوکر
تب بے کسوں اور بے بسوں کا اِک سہارا آگیا۔ بھگت کی امداد کو بھگتوں کا پیارا آگیا

حق پرست اور حق گو نانک نے مشکلات سہہ کر بھی بابر کو نیکی اور شرافت کا درس دیا۔ رائے بھوئے کی تلونڈی میں مہتہ کالو کھتری کے ہاں سنہ ۱۴۶۹ء میں پیدا ہونے والا نانک۔ سچے سودے کا متوالا سلطان لودھی کے مودی خانہ کا مودی بسری چند لکشمی چند کا باپ۔ نانکی کا بھائی گرہست۔ موہ اور دُنیا کے بندھنوں کو چھوڑ کر بھائی بالا اور مردانہ کے ساتھ اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لئے ہندوستان سے بھی باہر مکّہ مدینہ ایران عرب کی سیر و سیاحت کو نکلا۔ تاکہ گمراہ لوگوں کو درسِ انسانیت دے سکے۔ اپنے عمل سے اُس نے لوگوں کو شانتی پریم سے رہنے کی تلقین کی۔ کیا ہی خوب فرمایا۔ ؏ - کوڑ نکھٹے نانکا اوڑک سچ سچ۔ انگریزی میں کہنا ہو تو

VIRTUE MAY SUFFER BUT VICE NEVER TRIUMPHS

کیسے ہی شاندار لفظوں میں سچائی کی اہمیت بیان کی ہے۔ اور پھر بتلایا کہ بھگوان کی بھگتی۔ اس کا آسرا محض دکھاوے اور آڈمبروں سے نہیں ملتا۔ سچی شردھا اور نیک کمائی سے ملتا ہے جو حق حلال کی کمائی کھاتے ہیں۔ گورو اُن کا ہی ساتھ دیتا ہے دوسروں کا نہیں فرمایا۔!

گورو پیر ایا ماں تاں بھرے جے مُردار نہ کھائے
حق پرایا نانکا تاں اُس سُور تاں گائے

اگر دُنیا کے لوگ حق اَور ناحق۔ فرض اور حقوق کرتویہ اَور ادھکار کا صحیح صحیح مطلب سمجھ سکیں۔ تو دُنیا میں آج جتنے جھگڑے چل رہے ہیں۔ سب جلد ختم ہو جائیں۔ مختصراً

گورو نانک کی تعلیم اگر عام ہو جائے
جہاں سے فتنہ و شر سب تمام ہو جائے۔

گورو نانک کے چرنوں میں شردھانجلی

(از قلم ہری چند خوشدل ایم۔ اے آف لیہ سونی پت)

پیکر اوصاف اے اہلِ وطن کے رہنما
زیب دیتا ہے کہیں تجھ کو امن کا دیوتا
ہند کا تُو نے کیا دنیا میں اونچا مرتبہ
تجھ پہ جتنا ناز ہو ہندوستاں کو ہے بجا
حق پسندی اور حق گوئی تری فطرت میں تھی
تیرا جو پیغام تھا۔ پیغام تھا وہ پریم کا
تیری نظروں میں نہ تھی کچھ ہندو مسلم کی تمیز
تیری نظروں میں برابر درجہ تھا ہر قوم کا
بھولے بھٹکوں کو لگایا تُو نے راہ راست پر
پاپیوں کو مارگ تُو نے ہی دکھایا دھرم کا
کر لئے جادو بیانی نے تری تسخیر دل
ہو گیا ہر ایک گرویدہ ترے اوصاف کا
جھک گئے لاکھوں کے سر جوشِ عقیدت سے گورو
جب تمہارے نام کا خوشدل کہیں چرچا ہُوا

وقت گذراں مہر گذر جاتا ہے
انساں آتا ہے آکے مر جاتا ہے
ہے زندۂ جاوید وہی نیک انجام
جو آن کے کچھ کام بھی کر جاتا ہے

رسالہ اوم دہلی کے مشہور و معروف شاعر شری نوت رائے جی شوخ جنکو منشی تلوک چند صاحب محروم کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ نے کئی سالوں کی لگاتار محنت کے بعد شریمد بھگوت گیتا کا شلوک وار اردو میں بے نظیر منظوم ترجمہ کیا ہے۔ جو کہ داناؤں کی نظر میں ایک قابلِ دید اور جاذب اثر رکھتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ بیشتر ازیں گیتا کے لاتعداد ترجمے ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ شری شوخ صاحب نے جس جانفشانی سے اور اپنی خداداد لیاقت سے اِس خدائی پیغام کو آسان اردو میں منظوم کیا ہے۔ یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہر دھرم پریمی کا فرض ہے۔ کہ وہ اِسکو منگوا کر جیون سپھل کرے

اس کی قیمت پانچ روپے (Rs 5/-) مقرر کی گئی ہے۔ رقم پیشگی بھیجنے والوں کو ڈاکخرچ معاف ہوگا۔ اور قیمت بھی صرف 4/- روپیہ چارج ہو گی۔ یہ رعایت ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء تک رہیگی۔ لکھائی۔ چھپائی کا کام یکم جنوری ۱۹۶۴ء کو شروع کیا جاویگا۔ اور یکم مارچ ۱۹۶۴ء تک یہ پُستک مکمل ہو جاویگی۔ المشتہر

منیجر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۶

وطن کی محبت

شری روشن
پٹیالوی بی۔اے

وطن سے ہے ہم کو حقیقی محبت　　وطن کا ہر اک چپہ ہے رشکِ جنت
وطن ہی کی عزت سے اپنی ہے عزت　　بہر طور اس کی کریں گے حفاظت
سہیں گے وطن کے لئے ہر مصیبت　　یہی ہے تقاضائے رسمِ محبت
صداقت پہ مبنی ہے اس کی سیاست　　ہر اک دل پہ ہے نقش بھارت کی عظمت
وطن کو نہیں جنگ سے کوئی نسبت　　یہ دنیا کے حق میں ہے شمعِ ہدایت
وطن کے لئے جان قرباں کریں گے　　پئیں گے بصد شوق جامِ شہادت
ہمیشہ حفاظت کریں گے وطن کی　　کریں گے نہ اب ہم کسی طور غفلت
اسے اونچا رکھیں گے ہم اس طرح ہی　　نہ کم ہونے دیں گے "ترنگے" کی رفعت
وطن پھر سے بن جائے گا رشکِ عالم　　کریں گے اگر مل کے ہم اس کی خدمت
زمانے سے دشمن کی ہستی مٹا دیں　　جوانانِ قومی میں ہے ایسی طاقت
یہی ہاں یہی روحِ انسانیت ہے　　وطن کی محبت، وطن سے محبت
اگر جان جائے نہ پروا کریں گے　　مگر ملک کی ہم بچائیں گے عزت
یہ کشمیر سارے کا سارا ہے اپنا　　گوارا نہیں ہم کو اس میں شراکت
ہمارے رگ و پے میں یہ موجزن ہے　　نہ جائے گی دل سے وطن کی محبت
یہ بے لوث رہبر ہے قوم و وطن کا　　ہے نہرو سے اہلِ وطن کو عقیدت
جوانوں نے جوہر کچھ ایسے دکھائے　　زمانے نے دی اُن کو دادِ شجاعت

چراغِ محبت یہاں کر کے روشن
وطن سے مٹائیں گے نفرت کی ظلمت

قسط دوئم

مہرشی رمن کے سوانح حیات

گذشتہ سے پیوستہ

از قلم لالہ جگن ناتھ جی کلمتہ بی۔ اے بی ٹی برندابن نواسی

وینکٹا رمن کی زندگی میں آنے والے طوفان کا پہلا ظہور ۱۸۹۵ء کے آخری حصہ میں ہوا جب وہ امریکن مشن ہائی سکول مدورا میں تعلیم پا رہے تھے۔ ایک دن ماہ نومبر کے آخر میں انکی ایک بزرگ رشتہ دار سے بھینٹ ہو گئی محض اتفاق سے وہ صاحب ترو چوزی کے رہنے والے تھے۔ وینکٹا رمن نے اُن سے پوچھا۔ آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ "ارناچلم سے" بڑے خشک لہجہ میں انہیں جواب ملا۔ لیکن اس سادہ جواب نے وینکٹا رمن پر جو اس وقت تک ایک ڈھیلا ڈھالا نوجوان تھا۔ جادو کا اثر کیا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی وہ یہ نام کئی دفعہ سُن چکے تھے اور اس کے سُننے سے ان کے دل پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس دفعہ تو یہ نام سنتے ہی وہ اچانک تھرا اُٹھا۔ اس کے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو گئی جس میں خوف اور خوشی دونو کا احساس ہو رہا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہی ایک عظیم طاقت (مہان شکتی) کے لطف و کرم (دیا)۔ تقدس (پوترتا) اور سروویاپکتا کے خیالات اس کے دلمیں موجزن ہو گئے۔ اور ایک دھندلے سے دکھائی دینے والے نشان پر جو کسی ایسی حیرت افزا اور دور افتادہ سرزمین پر ایستادہ دیواروں اور میناروں سے گھرا دکھائی دے رہا تھا جس کا ہر ایک ڈھیلا اور پتھر مقدس تھا۔ مرکوز ہو گئے، اس بات سے حیرت زدہ ہو کر کہ کوئی شخص حقیقتاً اس مقدس مقام کی زیارت کر کے لوٹ رہا ہے۔ نوجوان وینکٹا رمن نمایاں جوش سے چلا اُٹھا۔ "کیا، ارناچلم سے؟" وہ کہاں ہے؟" یہ سوال ویسے تو اس عمر رسیدہ رشتہ دار کیلئے حیران کُن ضرور تھا۔ لیکن اس نے نوجوان وینکٹا رمن کی عدم واقفیت اور ناتجربہ کاری پر رحم کرتے ہوئے بڑی متانت سے جواب دیا کیا تم ترُوونا ملائی کو نہیں جانتے؟ وہی ارناچلم ہے۔ وینکٹا رمن کی چھاتی میں جو چنگاری سی لگ چکی تھی یہ جواب سنکر بجھتی دکھائی دینے لگی۔ اور کافی عرصہ تک اس نے ارناچلم کی طرف عدم توجہی سے کام لیا یعنی اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ بایں ہمہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس واقعہ سے اس کی چھاتی میں ایک عجیب ہل چل مچ گئی۔ یہ زیر زمین کوئی سُلگتی ہوئی آگ نہیں تھی۔ جو کسی وقت بھی بھڑک کر زمانہ ماضی کو ہلا کر اس کا نام و نشان تک نہ چھوڑتی؟ اور زمانہ حال اور مستقبل کو ایک حیرت ناک نئی صورت میں تبدیل کر دیتی؟ یہ انہیں ایام کی بات ہے یا شاید چند ماہ بعد کی کہ زندگی میں ایک اور دلچسپ واقعہ رونما ہوا۔ گھر جانے پر انہیں پیریا پورنم نام کی ایک کتاب ہاتھ لگی۔ جو اُن کا چچا کہیں سے لایا تھا۔ یہ پہلی دھارمک کتاب تھی۔ جو اُن کے مطالعہ میں آئی۔ (علاوہ انکی درسی کتب کے) جو انہیں بے حد پسند آئی، اس کو پڑھ کر اُن کے دل میں ایک عجیب احساس پیدا ہوا جیسا بہت سے نوجوانوں کو الف لیلہ کی کہانیاں پڑھ کر ہوا کرتا ہے۔ اس سے وہ ایک عجیب دُنیا میں جا پہنچے جو اُن کی اُس خشک اور خالی از دلچسپی دنیا سے بالکل مختلف تھی۔ جس میں رہنے کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ کتاب مذکور میں عقیدت (شردھا) محبت الٰہی (ایشور پریم) اور وصال باری (پربھو ملاپ) کے متعلق بڑے دلچسپ مضامین ہیں۔ جو تامل کے تریسٹھ مشہور سنتوں کی زندگیوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ جوں جوں وینکٹا رمن اس کتاب کو پڑھتا گیا۔ توں توں اس کے دل میں حیرت، تعریف، خوف، تعظیم، ہمدردی اور ہمسری کے جذبات کی لہریں باری باری اُٹھنے لگیں۔ اور اس طرح سے اُس نے لن اوچیہ آدرشوں اور وچاروں کے آگے سر جھکا دیا۔ جو صدیوں سے اس کے دیس باسیوں کے دلوں پر قبضہ کر چکے تھے

لیکن جب وہ کتاب پڑھ لی گئی۔ اور اُسے علیحدہ رکھ دیا گیا۔ تو نئے وچاروں اور بھاوؤں کی دھارا اپنے آپ ہی بند ہو گئی۔ اور ونکٹارمن ویسے کے ویسے ہی رہ گئے۔ جیسا کہ وہ اس کے مطالعہ سے پہلے تھے۔ اس کی زندگی کا پھر ویسا ہی بے نمک دَور شروع ہو گیا۔ اور وہ اپنی چھٹی جماعت کی پڑھائی اور گھریلو دھندوں میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ ۱۸۹۶ء کی پہلی ششماہی گزر گئی۔ گویا اُن کی زندگی ایک خشک بنجر کی مانند تھی جس کے اندر نیکی کے جو بیج گرے بھن کر رہ گئے یا وہ ایک ایسا درخت تھی جس میں لکڑی، شاخوں، چھال اور پتیوں کی تو بہتات تھی لیکن پھل اور پھول سے بے بہرہ!

نیا جنم:- ونکٹارمن کی زندگی میں اہم تغیر بالفاظِ دیگر عظیم بیداری جس نے اُس کی ڈھیلی ڈھالی اور بے نمک زندگی کو اعلےٰ ترین خود شناسی اور اونچے آدرشوں کے حصول کیلئے ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا۔ ۱۸۹۶ء کے وسط میں ظہور میں آیا۔ جب کہ اُن کی زندگی کا سترہواں سال چل رہا تھا جس عمر میں اکثر مذہبی رہنما اپنی زندگی میں ایک تبدیلی محسوس کیا کرتے ہیں۔ اور ایک گونہ اُن کی زندگی کا نیا دور شروع ہو جاتا ہے۔ کسی شخص کے آدرشوں اور خیالات میں پیدا ہو جانے والی تبدیلی ایک ایسا واقعہ نہیں ہے جو بیرونی لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ بالخصوص اگر وہ ایک ایسی شخصیت میں رونما ہوں جس کی زندگی میں دکھاوا یا نمائش نام کو بھی نہ ہو جو ہمیشہ اپنے خیالات اور جذبات کو دبا کر رکھتا ہو۔ اور خود ضبطی کا عادی ہو چکا ہو چونکہ ونکٹارمن اس زمرہ کے اشخاص سے تعلق رکھتا تھا۔ اوروں کو درکنار وہ تو اپنے بھائیوں اور دوستوں کے لئے بھی ایک معمہ ہی تھا لہذا اس تبدیلی کا ذکر اُن کے اپنے الفاظ میں ہی کرنا زیادہ موزوں ہو گا جو کم و بیش اس طرح ہے۔

مدورا کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے سے چھ ہفتے پہلے کی بات ہے۔ کہ میری زندگی میں وہ اہم تبدیلی واقع ہوئی۔ اس کا ظہور اچانک ہی ہوا۔ ایک روز میں اپنے چچا کے گھر نچلے فرش پر اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا۔ میری صحت حسب معمول ٹھیک تھی۔ میں کبھی بیمار نہیں ہوا تھا۔ عادتاً میں سوتا بہت تھا۔ پانچ سال پہلے جب میں ڈنڈی گل میں رہتا تھا۔ ایک دن اس کمرے کے پاس ہی جس میں میں سویا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹا کر اور اونچی آوازوں سے میرا نام پکار کر مجھے جگانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ اور میری آنکھ نہ کھلی۔ جب تک کہ انہوں نے کمرے کے اندر آ کر مجھے زور سے نہ جھنجوڑا۔ اس قسم کی گہری نیند جس کا میں عادی تھا۔ ایک طرح سے میری اچھی صحت کا ثبوت تھا۔ کبھی کبھی رات کے وقت سوتے ہوئے مجھے آدھ جگی نیند کا دورہ بھی پڑ جاتا۔ میرے مکار ہمجولی جن کو بحالت بیداری میرے ساتھ ہاتھا پائی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، وہ میری نیند کی حالت میں یعنی مجھے نیند میں غلطاں دیکھ کر میرے پاس آ جاتے اور مجھے جگاتے اور کھیل کے میدان کے گرد اگرد دوڑاتے، گھونسے مارتے۔ کئی طرح کھیلتے۔ اور بالآخر مجھے پھر بستر پر لٹا دیتے اور میں تھا۔ کہ اس نیم خوابی کی حالت میں ہر طرح کی بے عزتی کو بڑی عاجزی اور نرمی سے برداشت کرتا اور انہیں معاف کر دیتا۔ ایسی بُردباری کا اظہار بحالت بیداری مجھ سے کبھی نہ ہو سکتا تھا۔ لطف یہ کہ جب صبح ہوتی تو رات کا یہ سب واقعہ میرے دماغ سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتا۔ اس کی ہلکی سی بھی یاد نہ رہ جاتی۔ لیکن اس قسم کے دَوروں کا میری عام صحت پر ذرا بھی ناخوشگوار اثر نہ پڑتا نہ ہی اُن کے بعد مجھے روزمرہ کی زندگی کیلئے کسی کمزوری کا احساس ہوتا۔ اور نہ ہی انہیں کسی بیماری کی علامت سمجھا جاتا، پس اس روز جب میں اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا، میری صحت بالکل ٹھیک تھی، لیکن اچانک ہی موت کے یقینی خوف نے میرے دل پر قبضہ کر لیا۔ مجھے ایسا لگا کہ میری موت آ گئی ہے۔ مجھے ایسا کیوں محسوس ہوا نہ ہی میں اسوقت بتا سکتا ہوں کیونکہ میرے جسم میں کوئی اس قسم کا احساس ہی نہیں تھا اور نہ ہی اُس وقت میں اس کی کوئی وجہ بتا سکتا تھا، بس مجھے اتنا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ کہ میرا آخری وقت آ گیا

ہے، مگر میں نے یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کی کہ آخر میرے اُس خوف وہراس کی وجہ کیا تھی اور کیا واقعی وہ وجہ معقول تھی مجھے یہی بھان ہوا کہ میرا انت آگیا ہے۔ اور میں فوراً ہی سوچنے لگا۔ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے ڈاکٹروں، بزرگوں اور دوستوں نے بھی اس کے متعلق مشورہ کرنیکی پرواہ نہ کی، میرے دل میں یہی خیال جم گیا کہ مجھے اپنے آپ ہی اور اُسی وقت اور وہیں اس سمسیہ کو حل کرنا چاہیئے آنیوالی موت کے خوف سے میرے دل پر ایک آگھات ہوا اور میں دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ تو اب موت آگئی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ وہ کون سی چیز ہے۔ جو مرے گی۔ یا جس کا خاتمہ ہوگا؟ مرتا تو جسم ہی ہے۔ اس خیال سے میں نے فوراً موت کے نظارے کا ناٹک کرنا شروع کر دیا۔ وہ کیا؟ میں نے اپنے اعضاء۔ بازوؤں اور ٹانگوں کو پھیلا دیا۔ اور اُن کو اکڑ دیا۔ گویا کہ حالت نزع شروع ہو گئی ہے۔ میں نے اپنی انگی کھوج کو اصلیت کا رنگ دینے کی غرض سے بالکل ایک مرتک شریر، کا سوانگ دھار لیا۔ میں نے اپنا سانس لینا روک دیا۔ اور منہ بند کر لیا۔ اور ہونٹوں کو بڑی مضبوطی سے دبانے کی کوشش کی۔ تاکہ کوئی آواز میرے منہ سے نہ نکل جائے اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا۔ کہ "میں" یا کوئی اور لفظ میرے منہ سے نہ نکلے" پھر میں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے یوں کہا۔ اچھا، تو اب یہ جسم مر چکا ہے۔ اب اسے شمشان بھومی میں لے جایا جائے گا۔ اور وہاں یہ جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیگا۔ لیکن کیا اس جسم کی موت کے ساتھ "میں" بھی مر گیا ہوں؟ کیا میں جسم ہوں؟ جسم تو خاموش اور بے حس و حرکت پڑا ہے۔ لیکن میں تو اپنی شخصیت کی پوری پوری طاقت محسوس کر رہا ہوں اور "میں" کی آواز میرے اندر گونج رہی ہے۔ جو سراسر جسم سے علیحدہ ہے۔ پس میں آتما ہوں جو بذات جسم سے برتر اور افضل ہے۔ مادی جسم کی موت ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سے کہیں بالاتر آتما کو موت چھو بھی نہیں سکتی۔ اسلئے میں تو یقیناً لافانی روح یا امر آتما ہوں یہ سب محض ایک ذہنی یا دماغی عمل ہی نہیں تھا۔ (باقی وارد)

صفی

سادھو سے خطاب

از:- کوی لوکناتھ دل

اجمیری گیٹ رام لیلا میدان نئی دہلی میں ۱-۲-۳- مئی سنہ ۱۹۶۰ء کو ہونے والے بھارت سادھو سماج کے تیسرے مہاسمیلن یعنی وارشک اتسو پر بھارت کے پردھان منتری پنڈت نہرو۔ راشٹرپتی ڈاکٹر رادھا کرشنن، شری گلزاری لال جی نندہ، سنت راشٹریہ سنت شری تکڑوجی تتھا بھارت ورش کے کونے کونے سے پدھارے ہوئے مہاتماؤں کے بھاشنوں سے پربھاوت ہو کر لکھی گئی کویتا جو آج دھارمک رسالہ "ادم" میں پرکاشت ہونے کا سوبھاگیہ پراپت کر رہی ہے۔

ناد برہم شکتی کا دُنیا میں بجانا ہے تجھے — جاگ کر خود سارے بھارت کو جگانا ہے تجھے!

سادھنا سے سادھک کے مَن سادھو بننا ہی نہیں — بلکہ سادھو ہر اسادھو کو بنانا ہے تجھے!

تیاگنا ہے آج تجھ کو کھانے پینے کا آنند — بن کے تیاگی تیاگ دُنیا کو سکھانا ہے تجھے!

بھول بیٹھا ہے تو پروت کی گپھاؤں کے تٹ — مایا کے پرپنچ کو ٹھوکر لگانا ہے تجھے!

پھر وہی ڈنڈ اور کمنڈل ہاتھ کی شوبھا بنا — کیونکہ پھر آنند سے کند مول کھانا ہے تجھے!

ساری جنتا کو پربھاوت کر سکے تو۔ اس لئے — پھر تپسیا سے انوکھا تیج لانا ہے تجھے!

گرہستیوں کے اَن کو وِش کا نہیں دینا ہے نام — آتمک شکتی سے یہ امرت بنانا ہے تجھے!

آج پہلے اپنی لنگوٹی کی رکھ درڑھتا سے لاج — جا کے پھر اپدیش گھر گھر میں سنانا ہے تجھے!

چیلیوں کے جھرمٹوں میں چھوڑ اٹھنا بیٹھنا — کیونکہ اب تو راج پرشاسن چلانا ہے تجھے!

دوارے دوارے پر کیا کر پھر سے نارائن ہری — بن کے اب کرپاتری گاموں میں جانا ہے تجھے!
پھر جگا بلیدان کی اپنے ہردیہ میں بھاونا — دیپ ساجل کے جگت اُجول بنانا ہے تجھے!
کرکے اب پدیاترا جنتا کا کرنا ہے سُدھار — ایکتا کا پاٹھ لوگوں کو پڑھانا ہے تجھے!
پھر سدا چاری بنانا ہے ہر اک کو پریم سے — پھر سے بھرشٹا چار جنتا سے چھڑانا ہے تجھے!
کم نہ تولیں۔ جھوٹ نہ بولیں اور نہ لیں رشوت کا نام — ڈھال کر اس سانچے میں سبکو دکھانا ہے تجھے!
اپنے اپنے نگر کا ہتکاری ہو ہر ناگرک — پھر وہی بیتا ہوا یُگ کھینچ لانا ہے تجھے!
سمے کے دھارے پہ جو بہتے ہیں تنکے کی طرح — ناؤ لیکر آج اُنکے پاس جانا ہے تجھے!
مانسک روگوں کی کرنی ہے چکتسا تُو نے آج — وید بنکے چوٹ ڈنکے پر لگانا ہے تجھے!
آج جن نر ناریوں کے نین رہتے ہیں سجل — اُنکے ادھروں کو ہنسی سے جگمگانا ہے تجھے!
اب نراکشر بھٹاچاریہ بن کے جی لینا نہیں — وید شاستر پڑھ کے ہر اک کو پڑھانا ہے تجھے!
لال کپڑوں میں چھپے ابتک تو اوگن ان گنت — گنوں کے بل پر ہی اب سمان پانا ہے تجھے!
ہر منش جھک جائے تیرے سامنے اسکے لئے — کنک۔ کیرتی۔ کامنی سبکو جھکانا ہے تجھے!
برہم بن کر اپنی پوجا خوب کرواتا رہا — برہم کا اب بودھ جیوؤں کو کرانا ہے تجھے!

بن کے شیتل گھن برسنا ہے جلے سنسار پر
کرنا ہے اُپکار تجھ کو! آج ہر نر نار پر

جیون کی سپھلتا

از حکیم رگھداس مُضطر بادشاہ پور

ارے بھولے من! مجھے تیری ان کرتوتوں پر بہت افسوس آتا ہے۔ کہ تو ہیرا جنم لے کر اس ہیرے کو مٹی و گندے کیچڑ میں کھو رہا ہے۔ مایا کے سمندر میں غوطے پر غوطے کھا رہا ہے۔ قدم قدم پر ٹھوکریں لگ رہی ہیں۔ اور ہر وقت دُنیاوی خیالات تجھے پریشان کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی تُو اِس سمندر سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ سنبھل کر پاؤں نہیں رکھتا۔ اور دنیاوی خیالات کی پریشانی میں ہی آنند مان رہا ہے۔ سمجھ نہیں آتی۔ کہ تجھے کیوں یہ حالت پسند ہے۔ کیا تیری یہی مرضی ہے۔ کہ اس نش جیون میں بھی زندگی تکلیف اور دُکھ درد کی بسر ہو۔ اور آئندہ پرلوک کی زندگی بھی دُکھوں کا مجموعہ ہو۔ اگر تیری یہی اچھا ہو۔ تو پھر جو کچھ بھی تیری مرضی ہو۔ اسی طرح گزارہ۔ مگر یاد رکھ کہ کردہ خواہش آبد پیش کے ماتحت تیری آئندہ زندگی نرک کی زندگی ہوگی۔ اگر تجھے اپنے ناجائز کرموں کے پھل کے اصول کے ماتحت پرلوک کی زندگی سے کچھ خوف معلوم ہو۔ تو ابھی سے ہی اس خوف کو مٹانے کی تیاری کر بھی وقت ہے۔ کہ تو اپنی آئندہ زندگی کے لئے جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے۔ کر سکتا ہے۔ یہ وقت گذرنے کے بعد کیا معلوم کہ اور وقت کیسا آتا ہے۔ اور تمہارے لئے آتا بھی ہے یا نہیں کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہ چھن بھنگر ہے۔ یہ پانی میں بتاسہ ہے یہ پانی کا بلبلہ ہے۔ یہ درخت کی چھایہ ہے۔ یہ آکاش کا پھول ہے۔ یہ سُراب کا پانی ہے۔ اس کی کسی بھی استھا پر صرف مورکھ لوگ ہی یقین کرتے ہیں۔ اگر تو مُورکھ ہے تجھے اپنی زندگی پر بھروسہ ہے۔ تجھے یہ یقین ہے۔ کہ ابھی میری زندگی بہت لمبی ہے۔ تو پھر پرلوک سدھارنے کی تدابیر کو کسی اور وقت کیلئے رکھ چھوڑ۔ ورنہ ابھی اور اسی وقت اپنی آئندہ زندگی یعنی پرلوک کی زندگی کے لئے توشہ (سامان) اکٹھا شروع کر دے۔ اور وہ توشہ کیا ہے؟ پربھو سمرن۔ اس دُنیا میں جس قدر بھی مہاتما رشی، منی، پیر پیغمبر اولیا ہو گذرے ہیں۔ یا ہیں۔ اُن کے پاس صرف ایک ہی دولت ہوتی تھی۔ اور وہ ہے۔ پربھو سمرن۔ یہ وہ دولت ہے۔ کہ جس کے عوض کہ جس سے اس دُنیا کی تو کیا بات ہے۔ اُس دُنیا کی بھی ہر ایک چیز خریدی جا سکتی ہے۔ یہی دولت ہی تو ہے۔ کہ جس سے بموجب تحریر کتب مقدسہ سورگ تک مل سکتا ہے۔ لیکن مہاپرش اور بھگوان کے سچے بھگت لوک اور پرلوک کے تمام سُکھوں کو کوّے کی گندگی (بیٹھ) سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ سورگ کے سُکھ بھی اس وقت تک بھوگے جا سکتے ہیں۔ کہ جب تک شبھ کرموں کا اثر باقی رہتا ہے۔ شبھ کرموں کا پھل ختم ہوتے ہی جیو کو پھر اس تجرباتی دُنیا میں آنا پڑتا ہے۔ اور اب اسے نئے سرے سے نئے کرم کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اگر اس نے دوبارہ نش جنم لے کر شبھ کرم کئے تو پھر وہی سورگ سُکھ۔ اور اگر بُرے کرم کئے تو نرک کے دُکھ۔ اور اگر اس نے سورگ کے سُکھ اور نرک کے دُکھ کی پرواہ نہ کر کے صرف پربھو کیلئے ہی پربھو سمرن کیا۔ تو گویا اس نے اپنا جنم سپھل کر لیا۔ کیونکہ صرف پربھو کے لئے ہی پربھو سمرن جیو کو آتما میں اس طرح ملا دیتا ہے۔ کہ جس طرح قطرہ سمندر میں مل کر سمندر بن جاتا ہے۔ سنت مہاتما کہتے ہیں۔

سمرن بن غوطے کھاؤ گے

مُٹھی باندھ کر جنم لیا ہے۔ ہاتھ پسارے جاؤ گے

کیا لے کر تم جنم لیو ہے کیا لے کر چلے جاؤ گے

کہت کبیر سنتو بھائی سادھو نام بنا پچھتاؤ گے

یہ تن ہے کاغذ کی پڑیا بوند پڑت گل جاؤ گے

سنت کبیر جی فرماتے ہیں۔ کہ اے انسان! سمرن کے بغیر تو اس بھو ساگر میں غوطے ہی غوطے کھانے پڑیں گے۔ یہ سنسار

بھوساگر ہے۔ اس میں کام کرودھ آدی وشے وکار مگرمچھ کے روپ میں منہ پھاڑے منش کو کھانے کیلئے پھر رہے ہیں۔ اور جو منش پربھو نام سمرن کی کشتی پر سوار نہیں ہوتا وہ اس بھوساگر میں غوطے کھانے لگتا ہے۔ اور یہ مذکورہ مگرمچھ ایسے منش کو نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار یہ پانچ بڑے مگرمچھ اس کو بری طرح پکڑ لیتے ہیں اور اب اس کو یاد آتا ہے کہ سنتوں اور مہاپرشوں نے مجھے بتایا تھا۔ کہ زندگی میں بھوساگر آتا ہے۔ اس سے پار اترنے کے لئے پربھو سمرن کے سوا اور کوئی سہارا نہ لینا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ ؎

آگے دن پاچھے گئے ہرسوں کیو نہ ہیت

زندگی میں بھگوان کے ساتھ پریم نہ کرکے فانی انسانوں کیساتھ ہی پریم بڑھایا۔ دل میں یہ خیال تھا۔ کہ یہ لوگ جو میرے قریبی رشتہ دار ہیں۔ عورت ہے۔ ماں ہے۔ باپ ہے۔ بھائی ہے بہن ہے۔ اولاد ہے وغیرہ یہ سنکٹ کال میں میری سہایتا کریں گے۔ مجھے ہر مصیبت اور تکلیف سے بچائینگے۔ مگر اے مورکھ من۔ یہ بات تو انہونی بات ہے۔ جب اس مرتیو لوک میں بھی یہ تیرے قریبی رشتے دار تیری تکلیف میں حصہ نہیں بانٹ سکتے تو پرلوک میں کیا کرینگے۔ اور پھر پرلوک میں یہ ہونگے کہاں؟ ان کا تعلق تیرے شریر سے تھا۔ جو پانچ بھوتوں سے بنا ہوا تھا۔ اور وہ شریر مرتیو لوک میں پڑا ہے۔ اب یہاں پرلوک میں کون ماں۔ کون باپ۔ کون بھائی کون بہن۔ کون استری۔ کون اولاد۔ سب کے سب خیالی تماشہ تھے۔ جو تماشہ دکھا کر وہیں رہ گئے۔ اور اب تو اکیلا اپنے کرموں کی پوٹلی باندھے۔ اس پرلوک میں آگیا۔ اب اپنی کرنی آپ ہی بھگت۔ یہاں کسی اور نے تیری کرنی میں حصہ دار نہیں بننا۔ ..... ہاں تو اے پیارے من۔ اس سے پہلے کہ تو اس شریر کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ پربھو سمرن کرلے۔ کسی مہاپرش نے جو یہ کہا ہے کہ ؎ آگے دن پاچھے گیو ہرسوں کیو نہ ہیت۔ ٹھیک ہے۔ مگر نہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ جو وقت باقی ہے۔ اس کو غنیمت جان کر سچے دل سے پربھو چرنوں میں سر جھکا دے۔ اس کے نام کا آسرا لے۔ کیوں کہ اس کا سہارا لینے سے اس کے نام کی برکت سے تیرے اندر اتنی شکتی پیدا ہو جائے گی۔ کہ تو اس بھوساگر میں ہاتھ پیر مارتا ہوا اس کشتی پر سوار ہو کر بھوساگر سے تر جائے گا۔

اس کے بعد کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اے منش اتو تو بالکل ناداں ہو رہا ہے۔ مورکھوں سے بھی گیا گذرا ہو گیا ہے۔ تو جانتا ہے۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ کہ جس وقت کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس وقت اس کی دونو مٹھیاں بند ہوتی ہیں۔ یعنی اس کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر جب یہی بچہ اپنی زندگی کے دن پورے کرکے اس جہان فانی سے کوچ کر جاتا ہے۔ تو اس وقت بھی اس کے دونو ہاتھ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا جس طرح خالی ہاتھ آیا تھا۔ اسی طرح خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ مگر یہ سب کچھ جانتے اور دیکھتے ہوئے بھی تجھے اس بات پر یقین نہیں جمتا۔ کہ واقعی میں بھی خالی ہاتھ آیا تھا۔ اور خالی ہاتھ جاؤں گا۔ تیرا تو یہ نشچے ہے۔ کہ جو کچھ بھی پدارتھ ہے۔ یہ سب میرا ہے۔ گویا تجھے امید ہے کہ یہ سب پدارتھ تیرے ساتھ جائیں گے۔ اگر تجھے ایسا یقین نہ ہوتا تو ان جھوٹے پدارتھوں کے ساتھ تجھے اس قدر لگن نہ ہوتی۔ ان کو میرا میرا کہہ کر ان کو اپنی ملکیت ظاہر نہ کرتا۔ ان فانی پدارتھوں کی خاطر دوسرے انسانوں سے لڑائی جھگڑا نہ کرتا پھرتا۔ اور کہ ان ہی فانی اشیا کے جال میں پھنس کر پربھو سمرن جیسی لازوال دولت کو حاصل کرنے میں سنکوچ نہ کرتا۔ مگر نہیں۔ تیرے دل کی آنکھ جس کو وچار کی آنکھ بھی کہتے ہیں۔ پر جہالت یعنی اگیان کا پردہ پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے تجھے ستیہ۔ استیہ نت۔ انت۔ نظر نہیں آتا۔ اور تو اس دھوکے میں زندگی بسر کر رہا ہے کہ یہ میرا شریر ست ہے۔ میرے تمام رشتے دار ست ہیں۔ میری تمام جائداد۔ مال ملکیت ست ہے۔ ان کو کسی وقت بھی فنا نہیں ہوگی وغیرہ۔ ..... مگر کیا کیا جائے۔ کسی کو کس طرح سمجھایا جائے۔ سنت مہاتما زور زور سے پکار کر مایاوی انسانوں کو چیتاونی دیتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تیرا یہ شریر جس کو تو نے اگیانتا کی وجہ سے لافانی سمجھ رکھا ہے۔ یہ تو کاغذ کی پڑیا ہے۔ کہ جس پر پانی کی صرف ایک بوند پڑنے سے گل جائے گی ..... پھر جس کاغذ کی پڑیہ کی یہی وقعت ہو۔ اس پر اعتبار کرنا اس پر بھروسہ کرنا مورکھتا

نہیں تو کیا ہے ؟ اور یہ اشارہ صرف تیرے شریر کے لئے نہیں بلکہ یہ اشارہ تمام شریروں پر ہی لاگو ہوتا ہے۔ یہ جس قدر بھی شریر ہیں جن میں سے تو کسی کو تو پتا کسی کو ماتا۔ کسی کو پتر کسی کو پتری کسی کو عورت کسی کو بہن۔ کسی کو بھائی کسی کو دوست وغیرہ سمجھتا ہے۔ یہ سبھی کاغذکی پڑیہ ہیں۔ جس کسی پر بھی موت کی بوند گری پڑیہ ختم۔ اور ایسی ختم کہ پھر نام و نشان تک نہیں ملتا۔ اس کائنات میں اس قسم کی لاتعداد پڑیہ عالم وجود میں آئیں۔ جو کچھ ان کے اندر بندھا ہوا تھا۔ وہ دنیا کو دکھایا اور پھر بوند پڑتے ہی روپوش ہو گئیں ...... باقی رہا کیا ؟ وہی کچھ کہ جو کچھ ان پڑیہ کے اندر سے برآمد ہوا .... کسی کے اندر سے محبت نکلی۔ اور باقی پڑیہ اس سے خوش ہوتی رہیں۔ کسی کے اندر سے نفرت نکلی اور باقی پڑیہ بھی اس سے نفرت کرنے لگیں کسی کے اندر سے کرودھ نکلا جس کی وجہ سے باقی پڑیہ بھی اس کرودھ اگنی سے جلنے لگیں۔ کسی پڑیہ کے اندر سے مٹھاس نکلی اور باقی پڑیہ بھی اس مٹھاس سے منہ میٹھا کرنے لگیں۔ پڑیہ تو ختم ہو جاتی ہے۔ مگر اس کے اندر سے نکلی ہوئی چیز کا اثر باقی رہتا ہے اور اس اثر کو دیکھ کر ہی مہاپرش کہتے ہیں۔ کہ اس پڑیہ (منش) کا جنم سپھل ہوا۔ اور اس کا اسپھل ...

پس اے پیارے من۔ تو ذرا اپنے اندر جھانک کر دیکھ۔ کہ تجھ پڑیہ کے اندر کیا ہے ؟ یعنی تو نے اپنے اندر کیا اکٹھا کر رکھا ہے۔ امرت یا زہر۔ اگر امرت ہے تو تیرا جیون دھنیہ ہے۔ تو دھنیہ ہے۔ اپنے اس امرت سے تو خود امر ہو جائیگا۔ اور باقی پڑیہ بھی اس امرت سے امر ہو کر زندگی بسر کرینگی۔ اور اگر تیرے اندر زہر ہے تو ...... پھر تیرے لئے بھی موت۔ اور باقی جو پڑیہ ہیں ان کے لئے۔ اور پھر اگر تیرے اندر دونو چیزیں موجود ہیں۔ تو اب یہ کوشش کر کہ زہر کو تو نکالنا شروع کر دے۔ اور اس کی جگہ امرت بھرنا شروع کر دے اگر تو یہ پوچھے۔ کہ زہر کیا ہے ؟ اور امرت کیا ہے ؟ تو اس کا جواب بھی سن لے پریم امرت ہے۔ اور نفرت زہر۔ پریم میں تجھے ہر چیز بھگوان کا اور اپنا سروپ نظر آئے گا۔ اور تو ہر چیز کو بھگوان کا یا اپنا سروپ سمجھ کر اس کے ساتھ اپنے آپ جیسا پیار کرے گا۔

لُبِ لبابِ زندگی

شری سوامی پریم پورنا نند جی مہاراج پورنؔ

سوچ کر لکھ اے بشر اپنی کتابِ زندگی
کیوں کہ دینا ہوگا مالک کو حسابِ زندگی

دیکھنا شیطان کی جانب نہ چلے تیرا قدم
کیوں کہ ہے پیشِ خدا ہونی کتابِ زندگی

رائیگاں نہ وقت کھو تو آج کل کرتے ہوئے
ہے کھڑی ہر دم اجل سر پر قصابِ زندگی

اے سرِ مغرور کس پہ ہو رہا نازاں ہے تو
زیست تیری ہے جہاں میں اک حبابِ زندگی

یہ جو ہیں ہمدم اقارب آشنا مطلب کے ہیں
ہو مصیبت پر نہ کوئی ہمرکابِ زندگی

دست و پا گوش و چشم بھی چھوڑ دیویں ساتھ سب
ڈوبنے پر آتا ہے جب آفتابِ زندگی

نیک بن اور نیکوں ہی سے رشتۂ الفت بڑھا
نغمۂ وحدت سنا کر از ربابِ زندگی

نقشِ دوئی کو مٹا کر واصلِ نروان ہو
بس یہی سچ مچ ہے پورنؔ لُبِ لبابِ زندگی

نمونہ کا پرچہ

جن اصحاب کو یہ پرچہ لبطور نمونہ ارسال کیا جارہا ہے۔ اُن کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ سالانہ چندہ مبلغ سات روپیہ بذریعہ منی آرڈر فوراً بھجوادیں۔ اور اگر کسی وجہ سے فی الحال وہ چندہ بھیجنے سے قاصر ہوں تو ہمیں بذریعہ کارڈ — اِس امر سے آگاہ فرمادیں تاکہ ہم اُن کی سیوائیں نئے سال کا سالنامہ چندہ کی وصولی کے لئے وی پی نہ کریں۔ جہاں ہم نے اُن کو ایک دھارمک سجن سمجھ کر اُن کے یا اُن کے کسی مِتر کے ارشاد پر رسالہ ادم کا پرچہ فری بھیج کر نو دس آنے کا خرچ برداشت کیا ہے۔ اُن کا بھی اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ چھ نئے پیسے کا کارڈ تحریر کر کے اپنی منظوری یا نامنظوری کی اطلاع دیویں

منیجر

قسط سوئم

نہ صرف ضرورت ہے بلکہ سخت ضرورت ہے

از شری کانشی رام جی چاولہ لدھیانہ

گذشتہ دو مضامین میں یہ امر جتلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ ہمارے لیڈران کے فرمانے کے مطابق بلاشبہ ہم کو سائنس دانوں۔ انجنیروں۔ ڈاکٹروں اور دیگر شعبوں کے ماہرین کی ضرورت ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ انسانوں کی۔ ایک مہارشی نے ٹھیک کہا ہے۔ کہ کسی قوم کی بڑائی اور عظمت کا اندازہ اس کے افراد کے چلن سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی دولت یا عمارتوں سے نہیں۔ بھارت ورش کو اس وقت ماہرین کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن انسانیت سے بے بہرہ خواہ کتنے ہی ماہرین ہوں وہ قوم اور ملک کو نہ صرف کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے بلکہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ کروڑوں روپے کے خرچ سے بند اور پل اور دیگر تعمیرات کے کام اس قدر نکمے بنے ہیں۔ کہ پہلی ہی بارش یا باڑھ کی زو کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح سے قوم کی بے انداز پونجی خاک میں مل رہی ہے۔

اب سوچنا یہ ہے۔ کہ ہم اپنی موجودہ گری ہوئی حالت کو سدھار کس طرح سکتے ہیں۔ یہ ایک کُلیّہ قاعدہ اور مسلمہ اصول ہے کہ جس مرض کا علاج کرنا ہو۔ پہلے اس کی تشخیص کی جائے۔ اور وہ وجوہات معلوم کی جائیں۔ کہ جن سے وہ مرض پیدا ہوا ہے پہلے مضامین میں بتلایا جا چکا ہے۔ کہ بہت حد تک اس اخلاقی گراوٹ کا باعث مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب ہے۔ کہ جس نے ہمارے اخلاق کو اونچا کرنے والی سنسکرتی کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ بلاشبہ کافی حد تک اس زبوں حالی کی ذمہ واری مغربی تعلیم و تہذیب پر ہے۔ لیکن اصل قصور تو پھر بھی ہمارا ہی ہے۔ جو اندھا دھند اس کی پیروی کرنے لگ پڑے ہیں۔ ہر وقت مغربی تعلیم وغیرہ کو کوستے رہنا اپنی کمزوری یا کم عقلی کا اظہار کرنا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کے کہنے پر بھانگ پی لے۔ اور اس بھانگ کے نشے میں حماقتیں کر بیٹھے اور پھر ان حماقتوں کی ذمہ واری بھانگ پلانے والے کے کندھوں پر ڈالے تو وہ اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ جتلانا یہ ہے کہ حقیقی کمزوری اور قصور ہمارا ہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ مغربی تعلیم و تہذیب نے کون سے نقائص ہمارے اندر ڈال دیئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم اخلاقی طور پر اتنے پست ہو گئے ہیں۔ آج میں صرف دو نقائص کو لونگا۔ یعنی (۱) تالیفات اور (۲) تفریحات۔

انگریزی میں ایک مثل ہے کہ کسی انسان کے اخلاق و چلن کا اندازہ دو باتوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ کس قسم کی کتابیں پڑھتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ کس قسم کے آدمیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔

تالیفات:- تالیفات اور تصنیفات کسی انسان یا قوم کے اخلاق و چلن کے بنانے اور بگاڑنے میں خاص پارٹ ادا کرتی ہیں۔ اس وقت جس قسم کا لٹریچر ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں پڑھ رہے ہیں۔ وہ کسی حالت میں بھی ان کے اخلاق کو اونچا اٹھنے نہیں دے سکتا۔ یہ سب لٹریچر یا تو مغربی چیزوں کے ترجمے ہیں۔ یا ان کی نقل۔ ہمارے حریص مصنفوں اور مولفوں نے اپنے ٹکے کھرے کرنے کے لئے مغلظات کا بازار کھول دیا ہے۔ بہت سے حریص اور چالاک مصنفوں نے "حقیقت نگاری" کی آڑ میں سوہاگ رات اور پہلی شب مباشرت کے متعلق ایسی فحش نویسی سے کام لیا ہے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ پھر عشقیہ افسانے اور جاسوسی کہانیاں اس ڈھنگ سے لکھی گئی ہیں۔ کہ ان کو پڑھنے والا کبھی بلند اخلاق انسان بننے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ لوگ درحقیقت کسی دماغی خرابی میں مبتلا ہیں۔ ورنہ کوئی معمولی سمجھ بوجھ کا اہل قلم بھی کسی صورت میں اس قسم کی غلاظت باہر نکال کر قوم کے اخلاق کو اس

دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے تباہ کرنا پسند نہ کریگا۔ اگر "حقیقت نگاری" اسی فحش نویسی اور گندہ بیانی کا ہی نام ہے۔ تو ہم اس سے محروم رہنا ہی ہزار درجہ خوش نصیبی سمجھینگے۔ اس تعفن انگیز فحش نگاری نے قومی اخلاق اور چلن کو بہت داغدار بنایا ہے۔ اس قسم کا لڑیچر پڑھنے والے نوجوان لوگ لازماً اخلاقی پستی میں جا گرتے ہیں۔ وہ اول تو خود ذلیل بنتے ہیں۔ اور پھر اپنی ذلالت کی چھوت کو اوروں میں پھیلا پھیلا کر اس بد اخلاقی اور ذلت و خواری کے دائرہ کو روز بروز زیادہ سے زیادہ وسعت دیتے ہیں۔ جو نوجوان مرد اور عورتیں اس فحش خیالی اور بدکرداری کی فرضی دنیا میں دن رات زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ان کا دماغی ماحول اس بدخیالی کا مرکز بنا رہتا ہے۔ وہ بھلا اپنی زندگی میں شرافت اور پاکیزگی کے کسی نیک جذبہ کو کس طرح مناسب نشو و نما دیکر کسی زبردست اور ترقی کُن تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں؟ کیونکہ زندگی کے متعلق ان کا نظریہ ہی اپنی جڑ بنیاد سے بگڑ کر ایک بالکل الٹی روش اختیار کر چکا ہے۔ اس جدید ادبی چاہ بچہ سے شب و روز گندے اور زہریلے ابخرات اٹھ اٹھ کر ان کے دل و دماغ عقل و فہم اور اطوار و اخلاق کو پست سے پست تر اور بد سے بدتر اور کمزور سے زیادہ کمزور کرتے جا رہے ہیں۔ یہ نام نہاد لڑیچر ان کے اخلاق اور سمجھ بوجھ کے لئے ان کے دل و دماغ پر بالکل اسی قسم کا اثر ڈالتا ہے۔ جو کوکین کی ایک گولی یا پڑیہ ڈالتی ہے۔ یعنی وقتی طور پر کچھ لطف و لذت دیتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کی قوت احساس اور قوت خیال کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے۔ اس لئے ہم سبھی بہی خواہان انسانیت کو ان غلاظت کی پڑیوں اور پارسلوں کی نہایت پُرزور الفاظ میں مذمت کرنی چاہیئے۔ اور اس فحش نویسی کا خاتمہ کرنا چاہیئے۔ ممبران پارلیمنٹ کو واجب ہے کہ وہ اس قسم کے لٹریچر کی قانون کے ذریعہ ناکہ بندی کریں۔ کیونکہ ان کے پڑھنے والوں کے چال چلن کو پست۔ ان کے دل و دماغ کو پلید اور جسمانی رگ و ریشے کو کمزور کرنے کے سوا انہیں اور کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اس قسم کی تصنیفات اور تحریرات کو "فن اور ہنر" کا نام دینا ان پاک الفاظ کی سخت توہین کرنا ہے۔ کیونکہ یہ سوائے کاغذ کو گندہ اور ناپاک کرنے کے اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے ہم خود اور ہمارے بچے ان سے جتنا بھی دُور رہیں۔ اور ان کے زہریلے اثرات سے جتنی بھی جلدی نجات حاصل کر سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔ ہمیں تو قوم کے نونہالوں کے ہاتھوں میں اس قسم کا لٹریچر دینا چاہیئے کہ جو ان کے دل و دماغ میں ملک و قوم کی اہمیت و عظمت اور وطن کے پیار کو بڑھائے۔ اور اس امر پر زور دے کہ ہر مرد و عورت کو اپنی زندگی کا یہی اصول بنانا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی ہستی کو اپنے ملک و قوم کے مستقبل میں جذب کر دے اور انسانیت کا سنہری اصول ان کے دل و دماغ میں بٹھائے جو یہ ہے۔ کہ "دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جس کی امید تم اپنے لئے دوسروں سے رکھتے ہو۔"

یہ ہے ایک نقص جس نے ہمارے اخلاق و چلن کو تباہ کیا ہے۔ اب ہم دوسرا نقص لیتے ہیں، اب تفریحات کے موضوع کو لیا جاتا ہے۔

۲۔ تفریحات:- انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ دن بھر کی محنت اور تکان کے بعد وہ کچھ تفریح کی طلبگار ہوتی ہے۔ جسم اور دل کے لئے تفریح کا ہونا لازمی ہے۔ تاکہ تکان رفع ہو کر ان میں تازگی اور طاقت آئے۔ لیکن یہ تفریح اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ جو دل و جسم کو تو تازگی بخشے۔ لیکن چلن اور اخلاق پر کوئی برا اثر نہ ڈالے لیکن بدقسمتی سے ہم نے مغرب سے تفریحات بھی اسی قسم کی حاصل کرلی ہیں۔ جو بداخلاقی اور بدچلنی کا ہی سبق سکھاتی ہیں۔ تعطیل کا دن بھی اسی لئے رکھا گیا تھا۔ کہ اس دن انسان دماغی اور روحانی اصولوں کو نشو و نما دیکر اپنے اندر نئی طاقت بھرے لیکن اس وقت تو یہ دن محض بیہودہ و غیر مہذب ہنسی مذاق۔ بیکاری و کاہلی۔ فضول گپ شپ یا بھدّے پھوہڑ پن میں ہی گذارہ جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ یہ تعطیلات ہماری زندگی کو ایک زیادہ بہتر اور بلند تر طبقے میں پہنچانے والی ثابت ہوں۔ اور ہمیں اخلاق اور چلن کے طاقت افروز اور زندگی بخش امرت سے اونچا اٹھائیں۔ یعنی اعلےٰ درجہ کی پاک اور رُوح افزا موسیقی یا کسی شرافت اور سبق آموز ڈرامہ یا حب الوطنی

اور اعلیٰ پایہ کی نظموں سے لطف اندوز ہوں یا ہم باہر جا کر قدرت کے جان بخش نظاروں سے اور سکون و سرور بخش ماحول سے یا تازہ اور صاف ہوا میں صحت افزا اور تندرستی بخش کھیل کود وغیرہ میں یا ایسے ہی دوسرے پاکیزہ مشاغل سے سچی تفریح اور دلی تازگی اور تراوٹ حاصل کریں۔ لیکن ہم نے اپنے فرصت کے وقت کو بدچلنی۔ عیاشی۔ اوباشی۔ شراب خوری۔ تاش شطرنج۔ گنجفہ۔ کتوں کی دوڑ۔ ناچ۔ مجرے۔ سینما کے اخلاق سوز کھیلوں اور کلچرل پروگراموں وغیرہ میں گذارنا ہی اس کا نہایت نامناسب اور ضرر رسان استعمال کرنا سیکھ لیا ہے۔ جب تک ہمارے یہ پستی کی غار میں لے جانے والے مشاغل قائم رہینگے ہم اخلاقی طور پر خواب میں بھی اُبھرنے کی اُمید نہیں باندھ سکتے۔

جب تک ہم تندرستی بخش تفریحات اور پرکرتی ماتا کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں سے محظوظ ہونے کے لئے اپنا فرصت کا وقت نہیں لگائینگے اور اپنے موجودہ اخلاق سوز مشاغل جاری رکھینگے۔ تب تک ہماری اخلاقی گراوٹ دور ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوسکتا۔ موجودہ تباہ کن تفریحات نے ہمارے اندر سے راست بازی۔ دیانت داری۔ عصمت پروری، صبر و تحمل امن پسندی اور دلی سکون وغیرہ کی سبھی بنیادی نیکیوں کو نکال باہر پھینکا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے ایک مضبوط پختہ اور خوش اسلوب خانگی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔ نہ والدین کی عزت باقی رہی ہے۔ نہ خاوند و بیوی کی باہمی وفاداری دکھائی دیتی ہے نہ ہی بچوں کی پُر محبت پرورش و غور و پرداخت کا جذبہ باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی تفریحات کے سوال پر بڑی سنجیدگی سے غور کر کے ان میں بدل پھیر کرنا ہوگا (باقی پھر)

نئی روشنی

از۔ شری جگن ناتھ جی کھنہ بی۔ اے۔ بی ٹی

ہند والوں کو نہیں اب پاس کچھ ناموس کا　　پڑ گیا ہے ان پہ سایہ اب کسی منحوس کا

اپنے کلچر سبھیتا اور سنسکرتی کو بھول کر　　خوشہ چیں ہے کوئی امریکہ کا کوئی روس کا

ڈھول بجتے ہیں سینما کے ہی صبح و شام اب　　کون سنتا ہے یہاں اب شور وہ ناقوس کا

دیکھ کر کوٹھی منسٹر کی اور اس کی شان کو　　کس طرح بھائے ہمیں پھر جھونپڑا وہ پھوس کا

کس کو بھاتا ہے یہاں اب تازہ پانی کا گلاس　　لگ گیا ہے جب سے چسکا ہم کو لائم جوس کا

بن گئے شیدائی خود انجکشنوں کے اب حکیم　　ڈھونڈتا ہے کون نسخہ اب وہ جالینوس کا

کیوں اٹھاؤں اپنا کمبل خود میں اپنے ہاتھ سے　　میں نہیں بیٹا کسی کنجوس۔ مکھی چوس کا

قمقمے بجلی کے جب سے گھر میں ہیں روشن ہوئے　　شوق بس جاتا رہا پھر جھاڑ اور فانوس کا

روشنی کے دن ہیں اب گزرا زمانہ وہ جناب　　ریت سے لیتے تھے جب ہم کام سیاہی چوس کا

اب زمانہ ہے نیا اپنی امنگیں ہیں نئی!
کیوں نہ چھوڑیں ہند والے ڈھنگ دقیانوس کا

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط لکھیں۔ نیز اپنے خریداری نمبر کا بھی حوالہ دیکر مشکور فرماویں۔ اگر نئے خریدار ہیں۔ تو لکھیں کہ میں نیا خریدار ہوں۔

جگیاسوکیلئے کرتویہ

شری سوامی گوبند آنندجی مہاراج کے اُپدیش

وقعات ذیل کو ہمیشہ کے لئے اپنا عمل بنائے رکھیں۔

۱۔ جب ایکانت میں بیٹھو اپنے نِروکلپ سرُوپ کا انوبھو کرو۔

۲۔ چلتے وقت شریر کو چلتا اور اپنے آپ (آتما) کو آگے پیچھے اچل ویاپک دیکھو۔

۳۔ کام کرتے وقت آپ کو درشٹا ساکھشی سمجھ اور کاروبار اِندریوں اور انتہ کرن اور اُن کے دھرموں اور پھل کو متھیا سمجھو۔

۴۔ سوتے وقت خیال کو سرُوپ میں شانت کرکے سو جاؤ۔

۵۔ کسی صورت میں اپنے سرُوپ کو مت بھُولو۔ کسی وقت تو صاف انوبھو رہے۔ کسی وقت اس کا یادداشتی خیال بنا رہے۔ اگر مجبوراً کبھی خیال چھُوٹے تو دو چار منٹ کے بعد اس کا ابھیاس کر لیا کرو۔

"جب ذرا گردن جھُکائی دیکھ لی تصویر یار"

۶۔ اپنا آہار وِوہار آچار بالکل صاف اور بے بناوٹ رہے۔ اندر سے اپنا بیگانہ۔ نفع نقصان اچھے بُرے وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ باہر سے سوانگ کی طرح ہوتا جاوے۔

۷۔ پچھلی رات کو بشرط صحت ضرور اُٹھ کر بیٹھنے کی عادت پختہ بنالو۔

۸۔ محبت عورتاں، لڑکوں اور عام لوگوں سے یعنی دُنیاداروں اور اگیانیوں سے پرہیز رکھو۔

۹۔ جو سادھو سادھنوں نشچے اور وِدّیا سے رہت ہو۔ اُس کی سنگت مت کرو۔

۱۰۔ لوگوں کی تعریف اور شکایت کی پرواہ ہرگز مت کرو۔ مگر اپنے خیال کو بالکل صاف رکھو۔ خوف، غصّہ اور خواہشات سے چت یعنی دل کو ہمیشہ خالی رکھو۔

۱۱۔ شریر کو ہردم۔ دم کا مہمان اور دُکھ رُوپ اور جڑ اور ہمیشہ حالت میں بدلنے والا جانتے ہوئے اس میں مَیں یا میرے کا خیال مت آنے دو۔ یہی خیال آگے پسر کر بے خبر کر دیتا ہے۔

۱۲۔ قدرت کے ساتھ ساتھ چلتے جاؤ۔ اس کا زیادہ مقابلہ مت کرو کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ کرم آدھین ضرور ہوتا ہے اور سب متھیا اور فرضی اور بھاونا ماتر ہے۔ یعنی ہر حال میں خوش رہو۔ مگر شاستر کی سڑک کو دیدہ دانستہ مت چھوڑو۔

۱۳۔ کسی کو اگیانی یا بندھ مت دیکھو۔ سب کو برہم رُوپ دیکھو۔ اگر کوئی صاف دل ادھیکاری کچھ پرمارتھ کے متعلق پرشن کرے تو اس کو مختصر طور پر سمجھادو۔ لیکن پہلے اپنی اوستھا کو پختہ ہونے دو۔ ورنہ لوگ پیچھا نہ چھوڑینگے۔ اور ان سے پلّا چھوڑانا مشکل ہو جاوے گا۔

وطن کی زمین

از۔ شری تاراچند جی باغی

تمنائے فردوس و جنت نہیں ہے
وطن کی زمیں ہم کو خلدِ بریں ہے

وطن میں جو سکھ ہے کہیں بھی نہیں ہے
وطن کی وہ آرام دہ سرزمیں ہے

اگر زندگی کا مزا کچھ کہیں ہے
یہیں ہے یہیں ہے یہیں ہے یہیں ہے

عدوئے وطن عیش و عشرت کا بھوکا
محبّ وطن مست نانِ جویں ہے

جہاں بھر کی زینت ہے بھارت ہمارا
یہ دنیا کی انگشتری میں نگیں ہے

ہے آبِ وطن زندگی دینے والا
وطن کی ہوا بھی حیات آفریں ہے

تم اغیارِ بھارت کی کیا قدر جانو
وطن کی زمیں پھر وطن کی زمیں ہے

مزا سجدہ ریزی میں آتا ہے باغی
وطن کی زمیں ہے ہماری جبیں ہے

گذشتہ سے پیوستہ

شریمد بھگوت گیتا منظوم - از نظر صاحب

سولھواں ادھیائے

دیوا سُر سپند بھاگ یوگ

۱و۲و۳ جانِ جہاں جلوہ گرِ کون و مکاں
ہیں زبانِ پاک سے گوہر فشاں
صبر - بے خوفی - ریاض و راستی
ضبطِ دل - ضبطِ نفس ضبطِ خودی
پاک بازی - پاک علمی - سادگی
رحم و بخشش - عفو پر آمادگی
عاجزی و صلح - ترک خواہشات
ہمت و لطف و غنا و یادِ ذات
فیض - سنجیدہ مزاجی بے غمی
ترک دنیائے دنی و دشمنی
نیک بندوں کے یہی اوصاف ہیں
جن کے مثلِ آئینہ دل صاف ہیں

۱۔ سنتوش۔ ۲۔ نڈرتا۔ ۳۔ گیان دیوگ میں پورے وشواس و شردھا سے درڑھ ہو کر لگے رہنا۔ بلا ناغہ یوگ ابھیاس کرنا۔ ۴۔ سچائی جیسی کوئی بات ہو بغیر ملاوٹ بیان کرنا۔ ۵۔ من کو قابو میں رکھنا۔ ۶۔ اندریوں کا دمن ۷۔ غرور کا تیاگ۔ ۸۔ انتہ کرن کی صفائی۔ ۹۔ بھگوت پوجا۔ اتم کرموں کا اچارن۔ دھرم پُستکوں کا روزانہ پاٹھ۔ ۱۰۔ سرلتا۔ سیدھا پن ظاہر باطن یکساں ہونا۔ مگر اتنا بھی سیدھا نہ ہو کہ لوگ اسے بیوقوف بنا سکیں۔ ۱۱۔ ایسا توک دان ۱۲۔ بھول سے قصور ہوئے کو یا معمولی غلطی کو معاف کرنا۔ ۱۳۔ طبیعت میں نرمی ہونا۔ نمرتا انکساری۔ ۱۴۔ بے ارتھ خواہشوں کا تیاگ ۱۵۔ صبر و استقلال۔ حوصلہ رکھنا۔ ۱۶۔ من بانی شریر سے کسی کو کشٹ نہ دینا۔ مہربانی کرنا ۱۷۔ بھگوان کے نام و گنوں کا کیرتن۔ بھجن۔ ۱۸۔ بے غرض ضرورت مند پر مہربانی کرنا۔ فائدہ پہنچانا ۱۹۔ چت کی چنچلتا کو چھوڑنا۔ شانت چت رہنا۔ کسی کی چغلی نندا نہ کرنا۔ ۲۰۔ کسی میں بھی شنترو بھاؤ نہ ہونا۔ جو شخص زیادتی بھی کرے اسے بھول جانا۔ ۲۱۔ اندریوں کا وشے سے بھی سنوگ ہونے پر بے تعلق رہنا۔ نرموہ ہونا۔ بیوی بچوں کی نرموہ ہو کر سیوا کرنی۔

کرشن جی فرماتے ہیں۔ کہ اے ارجن کہ یہ سب گن لکھشن دیوی سپندا کو پراپت ہوئے پرشوں کے ہیں۔

اور

بُری خصلت والوں کے اوصاف یہ ہیں۔

۴۔ خود نمائی - خود پسندی کافری
فکر بے علمی - غرور و بربری
مردم آزاری و جہل و طیش و جوش
خصلتیں انکی ہیں جو ہیں خود فروش
اپنے برابر دوسرے کو نہ سمجھنا۔ الیشوری ہستی سے انکار۔ ہر وقت پریشان رہنا۔ اگیانتا۔ گھمنڈ لوگوں کو بلا وجہ تکلیف دینا۔ اپنا رعب جمانا خارج از عقل غصہ میں ہو کر کام کرنا وغیرہ وغیرہ
۵۔ نیک اعمال کا ثمرہ ہے نجات
اور بدکاری کا زندانِ ممات
اس لئے اے ارجن فرخندہ فال
تم کو کیا افسوس ہے کیا ہے ملال
کیوں کہ تم کو نیکیوں کے زور پر
نیک بندوں میں ہوئے ہو جلوہ گر
۶۔ اس جہاں میں دو طرح کے ہیں بشر
ایک بدکار ایک پاکیزہ سیر
نیک انسانوں کا ذکر و حال سب
سُن چکے ہو مجھ سے تم خوش لقب
اب سُنو بدکار انسانوں کا حال
اُن کی فطرت کیا ہے کیا اُن کا خیال
۷۔ جانتے بالکل نہیں وہ بد لقیں
کیا ہے کرنا اور کیا کرنا نہیں
اُن کی فطرت میں نہیں زندہ دلی
راستی - اخلاق پاکیزہ دلی
۸۔ وہ سمجھتے ہیں جہاں ہست و بود
وہم ہے دھوکا ہے بے شان نمود

۱۔ رہائی یا مکتی ۲۔ موت کا قید خانہ ۳۔ رنج۔

اِس کا صانع ہے نہ خالق[۵] ہے کوئی
اس کا مالک ہے نہ رازق[۶] ہے کوئی
یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ رشتہ بالیقیں
صنعت[۷] و صانع کا باہم کچھ نہیں
پاتے ہیں ترتیب جب عنصر تمام
یہ جہاں ہوتا ہے پیدا لاکلام[۸]
۹۔ ایسے بدکار ایسے بدباطن[۹] بشر
بدخصال و بدسگال[۱۰] و بدسیر
اِس جہاں کی ہیں تباہی کا سبب
آپ اپنی روسیاہی کا سبب
۱۰۔ اُن کی امیدیں ہیں ایسی بیشتر
جو نہ ہوں پوری جہاں میں عمر بھر
مستیٔ کبر و غرور و جہل سے
بس میں آکر خواہشاتِ نفس کے
بہرِ عشرت[۱۱] کرتے ہیں اعمالِ بد
ہوتے ہیں آلودۂ اعمالِ بد
۱۱۔ اُن کا مقصد حظِ نفسانی ہے بس
ہے یہی ارماں یہی اُن کی ہوس
اُن کا شیوہ فکرِ لاحاصل میں ہے
سعیٔ ناکام اُن کے آب و گِل میں ہے
۱۲۔ کبر و غصہ سے انہیں فرصت نہیں
ہیں غلامِ نفس لذت آفریں
بہرِ تکمیلِ لذائذ بے خطر
مکر سے کرتے ہیں جمع مال و زر
۱۳۔ دل میں بھر لاتے ہیں وہ ایسے خیال
آج یہ پورا کیا کارِ محال
آرزو جو دل میں ہے اُسکو بھی کل
درجۂ تکمیل دوں گا بے خلل
مال و زر ہے جس قدر اب میرے پاس
اور بھی اتنا ہی ملنے کی ہے آس
۱۴۔ ایک دشمن کو تو دی ہیں شکست
اب کروں گا دوسروں کا بندوبست
پھر مجھے کس بات کا غم خوف کیا
درد و کلفت کو مری جانے بلا
میں ہی عارف میں ہی کامل میں ہی حق
میں ہی سب کچھ ہوں مجھے ہے کیا قلق
عیش مجھ سا کس بشر کو ہے نصیب
میں ہی میں ہوں کون ہے میرا رقیب
۱۵۔ میں ہوں دولتمند و عالی خاندان
برتری کا مجھ سے ہو کس کو گمان
اب کرونگا میں وہ کارِ فیض و خیر
جن سے شہرت آکے چومے میرے پیر
موج اڑاؤں گا رہوں گا چین سے
زندگی کاٹوں گا زیب و زین سے
۱۶۔ الغرض یہ سارے بیہودہ خیال
اُن کے ہیں جو اصل سے ہیں بدخصال
اُن کے دل میں مختلف اوہام کے
بحرِ پُر طوفاں ہیں موجیں مارتے
اس لئے یہ کافر عصیاں شعار
بنتے ہیں نرکوں کے کیڑے بار بار
۱۷۔ کبر و جاہ و زر سے یہ باطن کے کُور
بیکسوں پر اپنا دکھلاتے ہیں زور
اپنی شہرت کے لئے یہ مکر سے
کام کرتے ہیں ریاض و زہد کے
وید کے احکام سے ہو کر خلاف
یگیہ کے مندر کا کرتے ہیں طواف
۱۸۔ کبر[۵] و زور[۶] و شوق[۷] و نفس[۸] و جوش[۹] سے
رہتے ہیں شام و سحر مدہوش[۱۰] سے
قابلِ نفرت یہ انساں روز و شب
دیتے ہیں آزار[۱۱] مجھ کو بے سبب
کیونکہ میں ہر قلب میں ہوں جلوہ گر
اور یہ پہنچاتے ہیں سب کو ضرر
۱۹۔ ایسے ظالم ایسے جابر خود پسند
بدچلن بدفعل اہلِ مکر و فند
جتنے اس دنیا میں ہیں سب لاکلام
پاتے ہیں ہر کر جہنم میں قیام
۲۰۔ ایسے عصیاں کار لوگ ایسے ازل
مدتوں جن کو ملا جسمِ[۱۲] ذلیل
پھر کبھی مجھکو وہ پا سکتے نہیں
جہل سے آپے میں آسکتے نہیں
کم سے کم درجہ جو ہے پاتے ہیں وہ
پستیٔ ذلت میں گر جاتے ہیں وہ
۲۱۔ شوق[۱۵] و طیش[۱۴] و حرص[۱۶] اے عالی نشاں
نرک کے دروازے تینوں بے گماں
اِن کی محفل سے نکلنا چاہیئے
اِن سے ہٹ کر دور چلنا چاہیئے
۲۲۔ تینوں دروازے جہنم زار کے
مونہہ میں یہ پُر خوف قعر[۱۸] و غار کے
جو بشر رہتا ہے ان سے ہوش میں
لطف اٹھاتا ہے مری آغوش[۱۹] میں
۲۳۔ وید کے احکام کو جو چھوڑ کر

۴۔ بنانے والا۔ ۵۔ مالک۔ ۶۔ رزق دینے والا۔ ۷۔ کاریگری و کاریگر۔ ۸۔ بلاشبہ۔ ۹۔ سیاہ دل۔ ۱۰و۱۲۔ بُری خصلت و سبھاو والے۔ ۱۱۔ دوسرے کا بُرا چاہنے والے بداندیش۔
۱۔ آرام کے لئے۔ ۲۔ اندریوں کے تابع خوشی۔ ۳۔ کوشش کرنا۔ ۴۔ لذتوں۔ سوا دل کی تکمیل کیلئے۔ ۵۔ رنج۔ ۶۔ بُرے خیالات میں ایک دوسرے کا نگہبان ہو کر چلنا۔

۱۔ جمع وہم کی۔ ۲۔ دل کے اندھے۔ ۳۔ کمزور دل۔ ۴۔ گردش کرنا۔ ۵۔ انکار۔ ۶۔ بل۔ طاقت۔ ۷۔ گھمنڈ۔ ۸۔ کامنا۔ خواہش۔ ۹۔ گروہ در گروہ۔ ۱۰۔ نشہ میں چور۔ ۱۱۔ تکلیف۔ ۱۲۔ تکلیف دکھ۔ ۱۳۔ گنہگار۔ ۱۴۔ بُری خوبی۔ ۱۵۔ لگام۔ ۱۶۔ گروہ۔ ۱۷۔ لوبھ
۱۸۔ کنواں۔ گڑھے کی تہ۔ ۱۹۔ گود

رشتۂ اخلاق و فطرت توڑ کر
پھرتا ہے آوارۂ دشتِ خیال[1]
کچھ نہیں اعمال کا اس کے مآل
ہو نہیں سکتا وہ دل سے مستفید[2]
میرے جلوے اس سے رہتے ہیں بعید
اسلیئے تم سے یہی کہتا ہوں میں
فعل کرنے یا نہ کرنے کے جو ہیں
اُن کے حق میں شاستر جیسا کہے
ہر بشر ویسا کرے ویسا کہے

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا۔ سُوپ نشت سُو۔ برہم ودیا یانگ یوگ شاستر ے۔ شری کرشن۔ ارجن سنبادے
دیو اسُر سپند بھاگ یوگو نام ششوڑشو ادھیائے
(ہری اوم تت ست)

سترھواں ادھیائے

شردھا تریے بھاگ یوگ

عرض کی ارجن نے اے صد لالہ زار[1]
اے گُلِ اندر گُل بہار اندر بہار
ایسا انساں جو عقیدت مند[2] ہے
شغل و مشق و علم[3] کا پابند ہے
شاستر کی آگیا کے برخلاف
محو نیک اعمال ہے با قلب صاف
اس کی فطرت کیا ہے اے عالی مقام
علم[4] و شوق[5] و جہل[6] ہے کس کا امام
عرضِ ارجن پر ہوا ارشاد یوں
اے فدا کارِ حیات پُر سکوں
چونکہ ہیں موجود ہر انساں میں
علم و شوق و جہل کی خاصیتیں
اس لیئے سب کی عقیدت بھی یہاں
تین قسموں سے ہے جزوِ جسم و جاں
۳-۴- اپنی اپنی ذات کے زیرِ اثر
پُر عقیدت ہے وجودِ ہر بشر
جس میں جیسی ہے عقیدت زُدبکار
قابلیت پر ہے اس کا انحصار[7]
آدمی کی جیسی فطرت ہوتی ہے
ویسی ہی اُس کی عقیدت ہوتی ہے
۴- جن کی فطرت علم ہے اے نامدار
دیوتاؤں کے ہیں وہ طاعت گذار
رات دن جو شوق کا دم بھرتے ہیں
راکششوں۔ یکشوں کی پوجا کرتے ہیں
جن کا دامن جہل سے ہے تار تار
ہوتے ہیں بھوتوں پریتوں پر نثار
۵-۶- جو بشر وید و دھرم کو چھوڑ کر
علم کے اکرام سے مونہہ موڑ کر
کرتے ہیں ایسی ریاضت[1] روز و شب
جو سراسر ہو پُر ایذا[2] پُر تعب[3]
وہ فریبی ہیں بڑے مکار ہیں
خواہشوں کے بس میں ہیں عیار[4] ہیں
اُن کے دل عقل و خرد[5] سے دور ہیں
کبر سے بدمست ہیں مغرور ہیں
جن عناصر سے ہے ترکیبِ بدن
کرتے ہیں ان سبکو یہ کمزور تن
اور اس قالب میں ہے جو ذاتِ نور
دکھ اُسے بھی دیتے ہیں یہ بدشعور
یہ وہ بدخصلت[6] بشر ہیں اے عزیز
نیک و بد میں کچھ نہیں جن کو تمیز
۷- اغذیہ[7]۔ اعمال[8] اور زہد[9] و کرم[10]
تین تین اقسام پر ہیں منقسم
فرق ان سب کا جداگانہ سُنو
دستِ بے گُل سے گُلِ فطرت چُنو
(ساتوکی پرشوں کی خوراک)
۸- صاحبِ علم ایسی کھاتے ہیں غذا
جسم ہو جس سے مرض نا آشنا[12]
عمر اور طاقت زیادہ جس سے ہو
رنج کم راحت زیادہ جس سے ہو
ایسی چیزیں ہیں انہیں مرغوب[13] تر
جو مرغن ہوں[14]۔ مفرح[15] اور تر

۱۰- دال۔ ۱۱- ساتوکی سبھاؤ کے پرش۔ ۱۲- بیماری سے ناواقفیت۔ ۱۳- پسندہ۔ ۱۴- روغن والی تری دار۔ ۱۵- آرام خوشی پہنچانے والی۔

۱- خیالی جنگلوں میں پھرنا۔ ۲- فائدہ اٹھانے والا۔ ۳- قدر۔ ۱- لالہ ایک پھول کا نام ہے۔ یعنی سینکڑوں لالہ کے پھولوں کا چمن۔ ۲- شردھالو۔ ۳- ویدوں کا ابھیاسی۔ ۴- ستوگن
۵- رجوگن۔ ۶- تموگن۔ ۷- منحصر ہونا۔ ۱- عبادت۔ بندگی۔ پوجا۔ ۲- ۳- تکلیف و رنج۔ ۴- چالاک۔ ۵- سمجھ عقل۔ ۶- آسری ہتھیار والے۔ ۷- خوراک۔ ۸- یگیہ۔ کرم۔ ۹- تپسیا

جن سے قلب و رُوح خوش دائم رہیں
جو رطوبت جسم میں قائم رہیں

(راجسی پُرشوں کی خوراک)

۹۔ شوق[۱۴] فطرت ہیں جہاں میں جو بشر
اغذیہ کھاتے ہیں ایسی بیشتر
جو ہوں گرما گرم کھٹّی چرپری
خشک کھاری اور نہ ہو جنمیں تری
جن سے پیدا ہوں شکم[۱۵] میں گرمیاں
کم ہوں اعضائے بدن کی نرمیاں
جن کے دم سے جسم آزاری[۱] بڑھے
تندرستی کم ہو بیماری بڑھے

۱۰۔ جہل کے بندے ہیں جو ناداں بشر
اُنکو ہے ایسی خورش[۲] مرغوب تر
جو ہو بدبو دار بالکل بدمزہ
جھوٹی۔ باسی۔ سر بسر بے ذائقہ
جو خورش کی ذات پر حائل نہ ہو
جسکی صورت پر نظر مائل نہ ہو

۱۱۔ وہ عمل[۲] جو خیر سے معمور[۳] ہیں
وید کے انوار سے پُر نور ہیں
فرض سے جنکی بنا ہے استوار
جنکی تکمیلوں میں ہے صبر و قرار
جن کا عامل خواہشوں سے دور ہے
علم سے اُن کی نظر پُر نور ہے

۱۲۔ جو عمل اپنی بڑائی کے لیئے
وہ ہیں جسم شوق کے روح رواں

۱۳۔ وہ عمل جن میں نہیں دخلِ سخا
شاستر کے برخلاف مدعا
جو کیئے جائیں بغیر ذکرِ رام
ہو عقیدت[۵] کا نہ جن میں کوئی کام
جہل کے عالم میں پاتے ہیں ظہور
اُن کے عامل ہیں سراسر بد شعور

۱۴۔ دیوتا۔ مُرشد[۶]۔ برہمن۔ علم داں
اِن کی جو تعظیم[۹] کرتے ہیں یہاں
قلب و قالب جن کے ہیں صاف اور پاک
ہے تجرد[۱۰] ہیں جنہیں بس انہماک[۱۱]
رحم کے جذبہ سے جو بھرپور ہیں
محو الیشور ہیں ہیں اور مسرور ہیں
علم کے مالک ہیں وہ نیکو سیر
زہد جسمانی[۱۲] یہ ہے اُن کی نظر

۱۵۔ خندہ[۱۳] پیشانی سے میٹھا بولنا
راستی[۱۴] گفتاری کے گوہر رولنا
وہ سخن[۱۵] جس سے نہ ہو اوروں کو رنج
مصلحت[۱۶] آمیز ہو اسے نکتہ سنج
یہ بھی ہے اک زہد علمیت[۱۷] نشاں
نام ہے اس زہد کا زہد زباں[۱۸]

۱۶۔ دل کو رکھنا ہر گھڑی محوِ سرور
بیہودہ گوئی سے رہنا دور دور
بے وفائی نفس کے شیطان سے
پاکبازی۔ دھرم سے۔ ایمان سے
دن بسر کرنا سکون و صبر سے
خوش نہ ہونا۔ جوش و جور و جبر سے
رات دن پابندئے ضبط حواس
زہد قلبی[۱] ہے یہ زہد خود شناس

۱۷۔ بے غرض اور پُر عقیدت ہو کے جب
تینوں قسموں کا یہ زہد بے طلب
نیک اعمالی سے پاتا ہے ظہور
تب اسے کہتے ہیں زہد پُر سرور

۱۸۔ جس کا مطلب ہو نمود عز و شاں
(رجسی تپ)
ہوں غرض کی جس میں نیک اعمالیاں
مکر و شہرت جس کی پردہ دار ہو
خواہش دُنیا کو جس میں بار ہو
بہر دُنیا ہے یہ زہد پُر غرور
شوق کے غلبے سے پاتا ہے ظہور

۱۹۔ اور جسمیں ضد ہو کبر و ناز ہو
(تامسی تپ)
سخت تکلیفیں ہوں اپنے آپ کو
جس کا مقصد ہو فقط ایذا دہی[۲]
جس کا مطلب ہو بُرائی غیر کی
جاہلوں کا زہد ہے ارجن ہے یہ
جہل کا وابستہ دامن ہے یہ

۲۰۔ جائے موزوں پر مناسب وقت پر
بے غرض اور فرض اپنا جان کر
مستحق انسان کو بے امتحاں
جو بشر خیرات کرتا ہے یہاں
وہ بشر بیشک ہے وقف ذات علم
اُس کی یہ خیرات ہے۔ خیرات[۳] علم

۲۱۔ اپنی عز و شاں دکھانے کیلیئے
یا کوئی بدلہ چکانے کیلیئے
آرزو پر یا کسی اُمید پر
رنج و غم سے بخل[۴] کے زیر اثر
جو بشر خیرات میں لیتا ہے ذوق
اُس کی ہر خیرات ہے خیرات[۵] شوق

۲۲۔ اور وہ خیرات جو بے وقت ہو
چھوڑ کر ملکی رواج و رسم کو

۱۴۔ راجسی پرش۔ ۱۵۔ پیٹ۔ ۱۔ آزار تکلیف۔ ۱۹۔ تامسی پُرش۔ ۲۰۔ خوراک۔ ۱۔ نگیہ۔ کرم۔ ۲۔ دان۔ ۳۔ بھرے ہوئے۔ ۴۔ بخشش یا دان کا دخل۔ ۵۔ شردھا۔ ۶۔ گورو۔ ۷۔ وید جاننے والا برہمن۔ ۸۔ گیانی۔ ۹۔ ادب۔ پُوجا۔ ۱۰۔ برہمچریہ۔ ۱۱۔ نہایت کوشش کرنے والا۔ ۱۲۔ شریر سمبندھی تپ۔ ۱۳۔ مسکرا کر بولنا۔ ۱۴۔ سچ بولنا۔ ۱۵۔ بات۔ ۱۶۔ بھلائی۔ ۱۷۔ گیانی ہیں۔ ۱۸۔ وانی سمبندھی تپ۔

اک اہانت[3] سے غضب[4] میں طیش میں
بدعمل بدکار انسانوں کو دیں
ایسی بخشش جہل[5] کی خیرات ہے
اس کا جو عامل ہے وہ بدذات ہے
۲۳۔ اوم تت ست تین لفظ پاک تر
ہیں یہ اسم[7] جلوہ بخش و جلوہ گر
ان سے ہی نکلے ہیں اے شمشیر زن
یگیہ۔ چاروں[7] وید۔ تینوں[8] برہمن
۲۴۔ برہمن[9] ہیں۔ شوق علم اور علم وید
یگیہ[10] ہیں اعمال کی فطرت کا بھید
اسلئے سب عارفان زندہ[11] دل
علم سے ہیں پاک جن کے آب و گل
زہد[12] و خیرات[13] و عمل[14] کرتے ہیں جب
نیکیوں سے قلب کو بھرتے ہیں جب

"اوم" کہہ کر ابتدائے[15] کار میں
محو ہوتے ہیں بھرے اسرار میں
۲۵۔ جنکو ہے فکر نجات جاوداں
تت
وہ بشر وہ پاک فطرت پاک جاں
زہد[16] و خیرات[17] و عمل[18] سے برملا[19]
کرتے ہیں جس کام کی بھی ابتدا[20]
بے غرض "اک تت" کی قرأت[21] کرتے ہیں
مجھ میں مل جانے کی ہمت کرتے ہیں
۲۶۔ نیکیاں جن میں ہیں وہ فعل و عمل
ست
جن سے رہتا ہے کھلا دل کا کنول
سربسر پاکیزگی کا ہیں سبب
لفظ "ست" سے پاتے ہیں آغاز[1] سب
۲۷۔ زہد و خیرات و عمل میں سربسر
ہے جو یہ دل بستگی اے خوش نظر

اور اس دل بستگی سے جو عمل
پاتے ہیں انجام بے خوف و خلل
نام ان دونوں[2] کا ہے ست دہر میں
ہیں یہی اسباب راحت[3] دہر[4] میں
۲۸۔ بے عقیدت[5] فعل[6] ہیں جتنے یہاں
زہد[7] و خیر[8] و عشق[9] خلاق جہاں
سب "اسّت" کے نام سے موسوم ہیں
ان کے عامل[10] کو نہیں ملتا ہوں میں
اے دلاور یہ عمل بے کار ہیں
بلکہ الٹا باعث آزار[11] ہیں
ان سے دنیا اور عقبیٰ[12] میں کہیں
خوش نہیں ہوتا۔ دلِ اندوہ گیں[13]

۳۔ نفرت۔ ۴۔ غصہ کی حالت۔ ۵۔ "اسی دان۔ ۶۔ نام۔ ۷۔ سام وید۔ یجر وید۔ رگ وید۔ اتھروں وید۔ ۸۔ تینوں سے مراد یگیہ۔ وید۔ برہمن ہے۔ ۹۔ وید کو پڑھنے والے سریشٹ پرش برہمن ہیں۔ ۱۰۔ شاستر ودھی سے کئے ہوئے کرم یگیہ کہلاتے ہیں۔ ۱۱۔ گیانی پرش۔ ۱۲۔ تپ۔ ۱۳۔ دان۔ ۱۴۔ ۱۸۔ یگیہ۔ ۱۵۔ کام کے شروع میں۔ ۱۹۔ کھلے طور پر۔ ۲۰۔ شروع کرنا۔ ۲۱۔ پڑھنا۔ ۱۔ شروع۔ ۲۔ دونوں سے مراد فعل و عمل ہے۔ ۳۔ آرام کا سبب۔ ۴۔ دنیا۔ ۵۔ بلا شردھا۔ ۶۔ کرم۔ ۷۔ تپ۔ ۸۔ دان۔ ۹۔ بھگوان کی بھگتی۔ ۱۰۔ عمل یا کرم کرنے والا۔ ۱۱۔ تکلیف دہ۔ ۱۲۔ آخرت۔ ۱۳۔ رنجیدہ ہونا۔

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا۔ سوپنشت سو۔ برہم ودیا یانگ۔ یوگ شاسترے۔ شری کرشن ارجن سنبادے۔ شردھا ترے بھاگ یوگو نام سپت دشو۔ ادھیایے۔ (ہری اوم تت ست)

اٹھارہواں ادھیائے

موکش سنیاس یوگ

مکتی کا راز۔ تین قسم کا گیان۔ تین قسم کا تیاگ۔ تین قسم کا کرم۔ تین قسم کا کرم کرنا (فاعل) تین قسم کی بدھی۔ تین قسم کی دِرِڑھتا۔ (استقلال) تین قسم کا سکھ۔ چاروں ورنوں کے سوبھاوک کرم۔ گیتا کے پڑھنے سننے کا پھل اور اس کی مہاں۔

عرض کی ارجن نے اے پرماتماں باعث ہر آشکارا و نہاں
ترک[1] کیا ہے اور ترکِ ترک[2] کیا۔

۱۔ تیاگ۔ ۲۔ سنیاس۔

کیا ہے اِن کی اصلیت کا فلسفہ
۲۔ ارجنِ حق بیں کا سُنکر یہ سوال
یُوں ہوئے گوہر فشاں بھگون دیال
ایسے عالمؔ جن کا تارک نام ہے
ہر عمل کا ترک اُن کا کام ہے
فاعلیت سے الگ رہتے ہیں وہ
ترک اسی کا نام ہے کہتے ہیں وہ
اور جو ہیں سالکانؔ پیرِ خرد
جن کی منزل ہے حیاتِ بے ابد
وہ یہ کہتے ہیں جہانِ کار میں
زندگی ہے فعل کی تکرار میں
جس عمل میں اجرؔ کی خواہش نہ ہو
ترکؔ کہتے ہیں بس ایسے ترک کو
۳۔ کچھ بشر ایسے ہیں جن کا ہے خیال
فعل کی فطرت ہے عصیاںؔ کا وبال
اس لئے کچھ بھی نہ کرنا چاہیئے
ترک ہر فعل و عمل کا چاہیئے
اور کچھ ایسے بھی عالمؔ ہیں یہاں
فرض ادا کرتے ہیں اپنا ہر زماںؔ
وہ یہ کہتے ہیں کہ زہدؔ و فیضؔ و خیرؔ
فرض ہیں سب پر وہ اپنا ہو کہ غیر
۴۔ لیکن اے ارجن مرا علم و یقیں
مانتا جس ترک کو ہے بہترؔ یں
اُس کا سب ذکر و بیاں مجھ سے سُنو
ترک کی کل داستاں مجھ سے سُنو
ترک کہتے ہیں جسے اہلِ جہاں
منقسم ہے تین قسموں پر یہاں

۵۔ ترک ہے جو زہد و فیض و خیر کا
وہ ہے بالکل پُرخطا و ناروا
کیوں کہ نیک اعمال سے بر روئے پاک
عالموں کا قلب بھی ہوتا ہے پاک
۶۔ اس لئے بے خواہش و بے آرزو
فرض ہیں یہ فعل سب پر مَیں کہ تُو
ہے یہی میرے تصورؔ میں صحیح
بے عمل انسان ہے مردِ قبیح
۷۔ فرض ہیں جو فعل اُن سے سرکشی
علمؔ کے گلشن سے ہے اخگر کشی
الفتِ دُنیا کے باعث جو بشر
فرض سے رہتا ہے اپنے دُور تر
سر بسر جاہل ہے وہ لا درک ہے
جہل پر مبنی یہ اس کا ترک ہے
۸۔ ترک پر مائل ہے جو اس خوف سے
جسم کو آزار پہنچے گا مرے
خانہ زادِ شوق ہے وہ کم نظر
ترک ہے اُس کا یہ بے اجر و ثمر
۹۔ فرض کرتا ہے ادا جو نیک خُو
بے غرض بے امتحاں بے آرزو
درحقیقت ہے وہی تارک یہاں
ترک ہے افضل یہ اسکا بے گماں
۱۰۔ جو ہے یکساں ایک ہر حال میں
شوق و نفرت۔ نیک و بد افعال میں
ایسا تارک ہوتا ہے بے شبہ و ظن
صابر و تسکین یاب و پاک تن
۱۱۔ قالبِ خاکی بلا جس کو یہاں

فعل سے عہدہ بر ہو وہ کہاں
یہ ہے اس دُنیا میں ناممکن سی بات
فعل سے عاری بشر پائے حیات
اس لئے جو پاک دل پاکیزہ خُو
فرض کرتا ہے ادا بے آرزو
سر بسر ہے صاحبِ علم و سرور
ثمرۂ افعالِ نیک و بد سے دُور
اس جہانِ غم میں ہے تارک وہی
ہے اسی پر ختم بس حق آگہی
۱۲۔ فعل کے تین اجر ہیں بے رد و کد
وصلِ فعلِ نیک و بد اور نیک و بد
جو فدا ہیں ثمرۂ افعال پر
بعدِ مُردن اُن کا حق ہیں یہ ثمر
تارکوں کے واسطے لیکن نہیں
ثمرۂ افعال کی دُنیا کہیں
۱۳۔ اس لئے مر کر وہ پاتے ہیں نجات
بھول جاتے ہیں غمِ موت و حیات
۱۴۔ فعل سب انجام پاتے ہیں یہاں
پانچ اسباب عیاں سے ناگہاں
سانکھیہ میں جن کا بیانِ بُود ہے
جن کا دم ہر فعل میں موجود ہے
۱۴۔ ظرفؔ و فاعلؔ۔ اختلافِ خواہشاتؔ
مختلف طرزِ عمل احکامؔ ذات
۱۵۔ آدمی جسم و زبان و قلب سے
فعلِ نیک و بد سے جو کچھ بھی کرے
پانچ باعث اُس کے ہوتے ہیں یہی
ہر عمل کا تخم بوتے ہیں یہی

۳۔ پنڈت جن۔ ۴۔ کرموں کا تیاگ۔ ۵۔ بچار کشل پورش [illegible] ۹۔ دروان۔ ۱۰۔ ہر وقت۔ ۱۔ تپ۔ ۲۔ یگیہ۔ ۳۔ دان۔ ۴۔ نشچے۔ ۵۔ خیال
۶۔ [illegible] ۷۔ بے سمجھ۔ ۸۔ تکلیف۔ ۱۔ کام کرم [illegible] ۴۔ کرموں کا پھل۔ ۵۔ تیاگی۔ ۱۔ کیونکہ ان کے دوارے ہونے والے کرم اصل میں کرم نہیں

۱۶. ایسا ہونے پر بھی گر کوئی بشر
عقلِ جہل آمیز کے زیرِ اثر
صرف اپنے آپ کو فاعل کہے
اس خودی سے رات دن بے خود رہے
عقل کا دشمن ہے وہ ناپاک دل
جہل پروردہ ہیں اسکے آب و گل
۱۷. قلب جسکا کبر سے ہے دور تر
عقل ہے جسکی ضیا بخشِ نظر
بالیقیں وہ فعل کا فاعل نہیں
قاتلِ عالم بھی ہو قاتل نہیں
فعل کا اُس پر اثر کچھ بھی نہیں
کچھ کرے اُسکو خطر کچھ بھی نہیں
۱۸. عامل و علم و عمل ہیں روز و شب
فعل کے چہرہ کی رونق کا سبب
فعل و فاعل اور لذّت فعل کی
ہے انہی تینوں سے کثرت فعل کی
۱۹. فعل و فاعل اور علم حق نواز
تین تین اقسام سے ہیں سرفراز
۲۰. (ساتوکی گیان) علم ایسا جس کو پاکر ہر زماں
کثرتوں میں ایک جلوہ ہو عیاں
علم ہے وہ علمِ ذاتِ پُرجلال
موجبِ صد راستی و حال قال
۲۱. (راجس گیان) علم ایسا جس سے ہو نزدیک و دور
کثرتوں میں روح و قالب کا ظہور
مختلف اجسام میں آئیں نظر
مختلف ارواح کے رنگ اثر
یعنی ہو کثرت ہی کثرت ہر طرف
دل سے ہوں انوارِ وحدت برطرف
علم ہے یہ بے قرارِ شوق کا
ذوق ہے یہ جاں نثارِ شوق کا
۲۲. (تامس گیان) علم ایسا جس سے اے انوار بیں
ایک شے میں ذات کا کرنا یقیں
کُل کی ماہیت سے ہو کر بے خبر
جزو ہی میں محو رہنا سر بسر
عقلِ مضطر کا ہے یہ ذوقِ دروں
جہل ایسے علم کا ہے رہنموں
۲۳. (ساتوک کرم) فعل ایسے جنکا ہو آغازِ کار
فرض کی تکمیل پر لیل و نہار
جن کا دامن آرزو سے ہو تہی
بے غرض از کاوشِ امر و نہی
شوق و نفرت کی نہ ہوں جنمیں صفات
جنکا فاعل ہو رہینِ وصلِ ذات
علم کے عالم میں پاتے ہیں ظہور
نام اِن فعلوں کا ہے افعالِ نور
۲۴. فعل ایسے جنکے اندر ہوں نہاں
(راجس کرم) خواہشوں کا آرزوؤں کا جہاں
کبر سے ہو جنکے گلشن کی بہار
جوش سے ہو جنکا دامن لالہ زار
شوق کے عالم میں پاتے ہیں ظہور
نام اِن فعلوں کا ہے فعلِ غرور
۲۵. (تامسی کرم) فعل ایسے ذُہل جنمیں عقل کو
کچھ نہ ہو اے نامور بالکل نہ ہو
جنمیں ہو تخریب کا دامن دراز
مدعا ہو جن کا ذوق و جوش و آز
نیک و بد انجام سے ہوں بے خبر
جن کی تکمیلوں میں ہو ایذا و شر
جن کا فاعل اپنی طاقت کا خیال
چھوڑ کر ہو صرفِ کارِ پُر وبال
جہل کے غلبے میں پاتے ہیں ظہور
یہ ہیں فعلِ جہل و فعلِ پُر فتور
۲۶. (ساتوک کرتا) ایسا فاعل جس کے عقل و ہوش و دل
نفس سے دم سے نہیں ہیں منفعل
کبر جس کی ذات سے پامال ہے
بے نیازِ ثمرۂ افعال ہے
صبر و استقلال جس کے دل میں ہے
حوصلہ جس کے رہِ منزل میں ہے
کامیابی پر جو خوش ہوتا نہیں
نامرادی پر کبھی روتا نہیں
جس کی دنیا ہے سراسر پُر سرور
شوق و نفرت۔ شہرت و ذلت سے دور
ہے وہ بیشک فاعلِ فطرت شناس
علم کے جلوے ہیں اُس کے آس پاس
۲۷. ایسا فاعل نفس کا جو ہو غلام
خواہشوں کے گھر میں ہو جس کا قیام
آرزو ہو جس کا ہر تارِ رُوا
ثمرۂ افعال پر دل سے فدا
رحم سے بیگانہ ہو جس کا مزاج
قلب کا ناپاک۔ حرفِ احتیاج
جس کا دل ہو حرصِ دنیا کا فقیر
عشرت و تکلیف کا فرماں پذیر
وہ بشر ہے فاعلِ دنیا شناس

۱. کرم کرنے والا۔ کرتا۔ ۲. گیان۔ ۳. کرم۔ ۴. ہردنت۔ ۵. بینکڑوں سچائی کا سبب۔ ۶. جمع روح کی۔ ۷. اہمیت۔ ۸. حصہ یا ٹکڑا۔ ۹. رستہ بتانے والا۔ ۱. شروع کام۔ ۲. رات دن
۳. خواہش۔ چاہنا۔ ۴. خالی۔ ۵. ہاں اور نہ کا کھوج نکالنا۔ ۶. پوشیدہ۔ ۷. اجاڑنا۔ ۸. تکلیف و مسرت۔ ۹. ڈانواڈول۔ ۱۰. جو کرموں کا پھل نہیں چاہتا۔ ۱. خواہش۔ ۲. بے رحم۔ ۳. تشدد

شوق کے جذبے ہیں اُس کے آس پاس

۲۸۔ ایسا فاعل جس کا دل ہے بیقرار
جس کا دامن کبر سے ہے داغدار
جس کا قالب راحتوں کے بس میں ہے
عقل ہر دم جس کی پیش و پس میں ہے
جس کا دل ہے تابع مکر و عناد
ہر گھڑی ایذا رسانی سے ہے شاد
غافل و ضد مضطر و ناشاد دل
بندۂ اوہام خانہ زاد دل
وہ ہے بیشک فاعلِ حق ناشناس
جہل کی ظلمت ہے اس کے آس پاس

۲۹۔ عقل و استقلال بھی اے خوش عمل
تین تین اقسام پر ہیں مشتمل
ذکر ان کا بھی مفصل اب سنو
دستِ بے گل سے گلِ فطرت چنو

۳۰۔ وہ خرد ظاہر ہوں جس سے رازِ ذات
بند و غم کیا چیز ہے کیا ہے نجات
خوف بیخوفی کی سب اصلیتیں
فعل و ترکِ فعل کی ماہیتیں
کارِ نیک و بد میں ہے تمیز کیا
یہ اوامر یہ نواہی چیز کیا
وہ خرد ہے علم سے جلوہ فروز
چاکِ تسلیم و رضا کی بخیہ دوز

۳۱۔ عقل ایسی جو ہے بالکل بے تمیز
راستی ناراستی میں اے عزیز
امرِ حق و باطل کی نہیں جو خوشہ چیں
کارِ نیک و بد سے جو واقف نہیں
عقل ہے وہ شوق کے آغوش میں
مست ہے انفعالِ طیش و جوش میں

۳۲۔ وہ خرد جو نیک کو بد مان لے
جانِ نثارِ رحم کو دو مان لے
حق ہو جس کی آنکھ میں باطل وجود
اتنی اُلٹی بوُ ہو جس کو بنود
وہ خرد ہے جہل سے تاریک تر
دامِ رجعِ قہقری ہے سر بسر

۳۳۔ ایسا استقلالِ دل جس سے بشر
قدرتیں پا کر حواس و نفس پر
شغلِ علمِ حق سے ہو مصروفِ ذات
جذب سے ہلنے نہ دے پائے ثبات
علم کی رحمت وہ استقلال ہے
علم کی دولت سے مالا مال ہے

۳۴۔ ایسا استقلال جس کا ہو سبب
فکرِ عیش و عشرت دنیا طلب
جس کا عامل دین و دنیا پر ہو مست
ایسا استقلال ہے دنیا پرست

۳۵۔ وہ ارادت جس سے نادان خرد
غفلتوں میں محو ہو لے رد و کد
جس کے باعث دل سے بالکل ہوں نہ دور
نفرت و خوف و حسد۔ کبر و غرور
ایسا استقلال ہے جہل آفریں
جہل پر ہے اس کی بنیاد یقیں

۳۶۔ اب سنو اے ارجن خوش داستان
راحتِ دنیا کی تشریح و بیان

۳۷۔ ایسی راحت شغل جس کا شوق ہو
علم بھگون سے ہی مستِ ذوق ہو
جس سے مٹ جائیں غم و رنجِ جہاں
جاں تر و تازہ ہو۔ دل ہوشاد ماں
اوّل اوّل زہر کا ساغر جو ہو
سر بسر آبِ حیات آخر کو ہو
عقل جس سے ہو غلامِ ذاتِ پاک
بقعۂ انوار ہو یہ مشتِ خاک
علم کی راحت ہے یہ اے جانِ من
علم کے جلووں سے ہے جلوہ فگن

۳۸۔ ایسی راحت جس میں ہوں نفس و حواس
مائلِ لذاتِ افعال و قیاس
جس کا اوّل ہو دمِ آبِ حیات
جس کا آخر ہو غمِ زہرِ صفات
شوق کے عالم میں پاتی ہے ظہور
ایسی راحت سے نہیں ملتا سرور

۳۹۔ ایسی راحت جو اوّل تا آخر
وہم سے بھر دے دل و عقل و ضمیر
خواب و غفلت جس کی پردہ دار ہو
جس کا خاندان ذلیل و خوار ہو
جس کا دامن ہو غم عشرت سے پُر
وہم کی پیدا شدہ لذت سے پُر
ایسی راحت ہے جہاں میں سر بسر
کلفتوں سے جہل کی تاریک تر

اس گیتا کا باقی حصہ سالنامہ پرشوتم انک بابت ماہ جنوری ۱۹۶۴ء میں شائع ہوگا۔ ناظرین انتظار فرماویں۔ — مینجر

۱۔ دشمن۔ ۷۔ تکلیف پہنچانا۔ ۸۔ خوش۔ ۹۔ جمع وہم کی۔ ۱۰۔ بدھی۔ ۱۱۔ دھارن شکتی۔ دڑھتا۔ ۱۲۔ عقل بدھی۔ ۱۳۔ جمع امر کی۔ ۱۴۔ جمع نہی کا نفی کی۔ ۱۵۔ باریک سلائی۔ ۱۶۔ سچ جھوٹ۔
۱۔ سچ جھوٹ۔ ۲۔ کام نکردہ کے کام۔ ۳۔ بدھی۔ ۴۔ زیادہ اندھیرا۔ ۵۔ الٹے پاؤں چلنے والا چال۔ ۶۔ دھارنا۔ دڑھتا۔ ۷۔ کرموں کے پھل کی اچھیا والا منش۔ ۸۔ دھارن شکتی سا


یہ شبھ
دیوالی
آپ سب کے لئے کامیابی
اور
خوشیاں لاتے اور بہت سے
مزیدار
ڈالیما
بسکٹ

Monthly 'OM' Delhi.
Vol. 30 DECEMBER 1963. Regd. No. D. 84

Title Printed at : KANWAL ART PRESS Ajmeri Gate, Delhi-6.